ماہنامہ
انصار اللہ
ربوہ
اپریل ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر





المہدی ہسپتال مٹھی ضلع تھرپارکر سندھ کے دو مناظر

سچّی ہمدردی

حضرت اقدس بانیِ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

".....خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقتِ (دینِ حق) ہے دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبّت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے......

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچّی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دُکھ اُٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔"

نیز فرمایا :-

"خلق کی خدمت اِس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طُرق کی راہ سے قسّامِ ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض لِلّٰہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچّی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوّت سے مدد دے اور اُن کی دُنیا و آخرت دونوں کی اِصلاح کے لئے زور لگا دے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ رُوحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۰، ۶۲)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

شہادت ۱۳۷۶ ہش

اپریل ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ۳۸

شمارہ نمبر ۴

شرح چندہ

پاکستان	ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ	چھ روپے

ادارِیہ

ہمارے واقفینِ نَو بچّے ـــ اور ان کی تعلیم و تربیت

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ قومی ترقی کا انحصار نئی نسل کے حُسنِ تربیت پر ہے۔ تا وہ اپنے بزرگ قائدین کے نقشِ قدم پر چل کر اس اعلیٰ معیار کو قائم رکھیں، اور قربانیوں کے رنگ ڈھنگ کو قائم رکھتے ہوئے اپنی حقیقی منزل کو پالیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۸۷ء میں الٰہی منشاء کے مطابق احباب جماعت احمدیہ کو وقفِ نَو کی تحریک فرمائی۔ کہ والدین اپنے بچے وقفِ نَو کی تحریک میں پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کو اس تحریک میں اپنے بچے وقف کرنے کی توفیق دی اور آج ہزاروں بچے اس مبارک تحریک میں شامل ہو چکے ہیں، اور اب وہ تعلیم و تربیت کے مراحل میں داخل ہو چکے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

واقفین نَو بچوں کی تعلیم و تربیت جہاں ان کے والدین کا فرض ہے۔ وہاں انصار اللہ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی دعاؤں، نیک نمونہ اور حُسنِ اخلاق سے اس نئی نسل کی تعلیم و تربیت کا اہم فریضہ سر انجام دیں۔ بچپن کی عمر میں سکھائی ہوئی باتیں نقش فی الحجر ثابت ہوتی ہیں۔ ان کے سامنے اچھا نمونہ بچوں کی کردار سازی میں خشتِ اوّل ثابت ہوگا۔ یہ ذرائع یقیناً نئی نسل کے لئے نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

اس ضمن میں واقفینِ نَو کو نظام جماعت کا احترام سکھانا بھی نہایت ضروری ہے۔ اس ذریعہ سے ہمارے واقفین نَو بچے یقیناً باکمال وجود بنیں گے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفینِ نَو کو نظام جماعت کا احترام سکھانے کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"...... اپنے گھروں میں کبھی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ جس سے نظامِ جماعت کی تخفیف ہوتی ہو یا کسی عہدیدار کے خلاف شکوہ ہو۔ وہ شکوہ اگر سچا بھی ہے پھر بھی اگر آپ نے اپنے گھر میں کیا تو آپ کے بچے ہمیشہ کیلئے اس سے زخمی ہو جائیں گے۔ آپ تو شکوہ کرنے کے باوجود اپنے ایمان کی حفاظت کر سکتے ہیں لیکن آپ کے بچے زیادہ گہرا زخم محسوس کریں گے۔ یہ ایسا زخم ہوا کرتا ہے کہ جس کو لگتا ہے اس کو کم لگتا ہے جو قریب کا دیکھنے والا ہے اس کو زیادہ لگتا ہے۔ اس لئے اکثر وہ لوگ جو نظامِ جماعت پر تبصرہ کرنے میں بے احتیاطی کرتے ہیں ان کی اولادوں کو کم و بیش ضرور نقصان پہنچتا ہے اور بعض ہمیشہ کیلئے ضائع ہو جاتی ہیں۔ واقفین بچوں کو نہ صرف اس لحاظ سے بنانا چاہیئے۔ بلکہ یہ بھی سمجھانا چاہیئے کہ اگر تمہیں کسی سے کوئی شکایت ہے خواہ تمہاری توقعات اس کے متعلق کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہوں اس کے نتیجہ میں تمہیں اپنے نفس کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی امیر جماعت ہے اور اس سے ہر انسان کو توقع ہے کہ یہ کرے اور وہ کرے اور کسی توقع کو اس سے ٹھوکر لگ جاتی ہے تو واقفین زندگی کیلئے یہ بہت ضروری ہے کہ ان کو یہ خاص طور سمجھایا جائے

کہ اس ٹھوکر کے نتیجہ میں تمہیں ہلاک نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ بھی اسی قسم کے زخم والی بات ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یعنی دراصل ٹھوکر تو کھاتا ہے کوئی عہدیدار اور لحد میں اترجاتا ہے دیکھنے والا"۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

حضور انور کے اس ارشاد کی روشنی میں والدین اور انصاراللہ کا فرض ہے کہ واقفینِ نو پر نگاہ رکھیں اور ان کے اندر اعلیٰ اوصاف پیدا کریں۔

ع یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں شادی کی پُرمسرّت تقریب

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی کی تقریب رخصتانہ

مورخہ ۵۔ مارچ ۱۹۹۷ء۔ ہمارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سب سے چھوٹی صاحبزادی عزیزہ محترمہ صاحبزادی عطیۃ الحبیب طوبیٰ کی تقریب شادی ہمراہ عزیزم صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ابن محترم صاحبزادہ مرزا نسیم احمد صاحب منعقد ہوئی۔ تقریب رخصتانہ میں جماعت احمدیہ کے احباب وخواتین اور دیگر معززین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مدظلہ العالی نے اس تقریب شادی میں دعا کروائی۔

شادی کی اس مبارک تقریب کی ایک خصوصیت حضور انور کا احمدیہ ٹیلی وژن پر براہ راست خطاب اور عالمگیر جماعت احمدیہ کی دعا میں شرکت ایک ایمان افروز منظر تھا۔

ادارہ ماہنامہ انصاراللہ شادی کی اس مبارک تقریب پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ خاندان حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اولاد کیلئے آپ کی دعائیں قبول فرمائے۔ آمین

امام الکلام

"خدا تعالیٰ جو اپنی ذات میں واحد ہے تمام اشیاء کو شئے واحد کی طرح پیدا کیا ہے"

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ اپنی مخفی حکمتوں کے تصرّف سے عناصر وغیرہ کو صدہا طور کے استحالات میں ڈالتا رہتا ہے۔ ایک زمین کو ہی دیکھو کہ وہ انواع و اقسام کے استحالات سے کیا کچھ بنتی رہتی ہے اسی سے سمّ الفار نکل آتا ہے اور اسی سے فاد زہر اور اسی سے سونا اور اسی سے چاندی اور اسی سے طرح طرح کے جواہرات۔ اور ایسا ہی بخارات کا صعود ہو کر کیا کیا چیزیں ہیں جو جوِّ آسمان میں پیدا ہو جاتی ہیں، انہیں بخارات میں سے برف گرتی ہے اور انہیں سے اولے بنتے ہیں اور انہیں میں سے برق اور انہی میں سے صاعقہ۔ اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ کبھی جوِّ آسمان سے راکھ بھی گرتی ہے تو کیا ان حالات سے علم باطل ہو جاتے ہیں۔ یا امان اُٹھ جاتا ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ ان چیزوں میں تو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کی فطرت میں ان تمام استحالات کا مادہ رکھا ہے تو ہمارا یہ جواب ہوگا کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا ہے کہ اشیاء متنازعہ فیہا میں ایسا مادہ منتشار کہ نہیں رکھا گیا بلکہ صحیح اور سچا مذہب تو یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جو اپنی ذات میں واحد ہے تمام اشیاء کو شئے واحد کی طرح پیدا کیا ہے۔ تا وہ موحد واحد کی وحدانیت پر دلالت کریں۔ سو خدا تعالیٰ نے اسی وحدانیت کے لحاظ سے اور نیز اپنی قدرت غیر محدودہ کے تقاضا سے استحالات کا مادہ ان میں رکھا ہے اور بجز اُن رُوحوں کے جو اپنی سعادت اور شقاوت میں خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ۵ کے مصداق ٹھہرائے گئے ہیں اور وعدہ الٰہی نے ہمیشہ کے لئے ایک غیر متبدل خلقت ان کے لئے مقرر کر دی ہے۔ باقی کوئی چیز مخلوقات میں سے استحالات سے بچی ہوئی معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر غور کر کے دیکھو تو ہر وقت ہر ایک جسم میں استحالہ اپنا کام کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ علم طبعی کی تحقیقاتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تین برس تک انسان کا جسم بدل جاتا ہے اور پہلا جسم ذرات ہو کر اُڑ جاتا ہے۔ مثلاً اگر پانی ہے یا آگ ہے تو وہ بھی استحالہ سے خالی نہیں اور دو طور کے استحالے ان پر حکومت کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ بعض اجزاء نکل جاتے ہیں اور بعض اجزاء جدیدہ آملتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو اجزاء نکل جاتے ہیں وہ اپنی استعداد کے موافق دوسرا جنم لے لیتے ہیں۔ غرض اس فانی دنیا کو استحالات کے چرخ پر چڑھائے رکھنا خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے اور ایک باریک نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں بوجہ وحدتِ مبدءِ فیض اپنی اصل ماہیت میں ایک ہی ہیں۔ گو ان چیزوں کا کامل کیمیاگر انسان نہیں بن سکتا اور کیونکر بنے۔ حکیم مطلق نے اپنے اسرارِ حکمیہ غیر متناہیہ پر کسی دوسرے کو محیط نہیں کیا۔"

(برکات الدعا۔ رُوحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۸-۲۹ حاشیہ)

۵ الجن : ۲۴

کلام الامام

"جہاں تک ہو سکے عفو سے کام لیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳- اپریل ۱۹۲۶ء میں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ آپ میں عفو، بخشش، نرمی اور رافت تھی۔ اور ہمیں فرماتا ہے تمہارے لئے رسول اسوۂ حسنہ ہیں۔ نمونہ ہیں۔ پس جو ہمارے لئے نمونہ ہے وہ جب عفو اور بخشش سے کام لیتا تھا تو ہمارا بھی فرض ہے کہ جب کسی بھائی سے قصور ہو جائے تو اُسے سزا دینے کے درپے نہ ہوں بلکہ جہاں تک ہو سکے عفو اور درگزر سے کام لیں ...... میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ دو طریقوں میں سے ایک طریق اختیار کر لیا کریں یعنی اگر وہ کسی کو معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں اور اگر معاملہ پیش کرنا چاہیں تو پیش کریں۔ مگر پیش کرنے والوں کے متعلق پھر میں نصیحت کروں گا کہ جہاں تک ہو سکے عفو سے کام لیں۔ کیونکہ محبت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک عفو سے کام نہ لیا جائے۔ دیکھو ہم اللہ تعالیٰ سے کیا چاہتے اور کس سلوک کی توقع رکھتے ہیں یہی کہ معاف کر دے۔ اگر ہمیں خدا تعالیٰ سے یہی امید اور توقع ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ خدا کے بندوں سے ہم بھی ایسا ہی سلوک کریں۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے قصور معاف نہیں کرتا اور ہر غلطی پر گرفت کرتا ہے تو اس کا کیا حق ہے کہ خدا تعالیٰ سے عفو کی اُمید رکھے کیا خدا تعالیٰ اس سے نہ پوچھے گا کہ تم نے میرے بندوں کے چھوٹے چھوٹے قصور معاف نہ کئے تو میں تمہارے بڑے بڑے گناہ کیوں معاف کر دوں؟ مگر وہ جو اپنے بھائیوں کے قصور معاف کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کہے گا کہ تم نے انسان ہو کر انسانوں کے قصور معاف کئے پھر میں خدا ہو کر کیوں تمہارے قصور معاف نہ کروں۔ پس اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرے تو تمہارا بھی فرض ہے کہ لوگوں کے قصور معاف کرو۔ اگر اس نصیحت کو ہماری جماعت کے سب لوگ مان لیں تو تمام فتنے دُور ہو سکتے ہیں۔ اور وہی محبت پیدا ہو سکتی ہے جس کا پیدا کرنا (دین حق) کی غرض ہے ...... میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے دل صاف کرے۔ ان سے ہر قسم کا بُغض نکال دے اور ایک دوسرے کی سچی محبت پیدا کرے۔ جو مومنوں کا خاصہ ہے۔"

(خطبات جمعہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۸-۱۴۹)

عربی منظوم کلام

بِكَ الْحَوْلُ يَا قَيُّوْمُ يَا مَنْبَعَ الْهُدٰى ۔ فَوَفِّقْ لِيْ اَنْ اُثْنِيْ عَلَيْكَ وَاَحْمَدَا

اے قیوم! اے سرچشمۂ ہدایت! تجھ سے ہی طاقت ملتی ہے پس مجھے توفیق دے کہ میں تیری ثنا اور حمد کروں

تَتُوْبُ عَلٰى عَبْدٍ يَّتُوْبُ تَنَدُّمًا ۔ وَتُنْجِيْ غَرِيْقًا فِي الضَّلَالَةِ مُفْسِدَا

تُو رجوع برحمت ہوتا ہے اس بندے پر جو ندامت سے توبہ کرے اور تو ہی ضلالت میں غرق ہونے والے مفسد کو نجات دیتا ہے

كَبِيْرُ الْمَعَاصِيْ عِنْدَ عَفْوِكَ تَافِهٌ ۔ فَمَا لَكَ فِيْ عَبْدٍ اَلَمَّ تَرَدُّدَا

تیرے عفو کے سامنے بڑے سے بڑا گناہ بھی ایک معمولی بات ہے پس تیرا کیا سلوک ہوگا اس بندے سے جس نے حالت تردد میں چھوٹا گناہ کیا

تُحِيْطُ بِكُنْهِ الْكَائِنَاتِ وَسِرِّهَا ۔ وَتَعْلَمُ مِنْهَاجَ السَّوِيِّ وَمُحَرَّدَا

تُو نے کائنات کی حقیقت اور اس کے بھید کا احاطہ کر رکھا ہے اور تو سیدھے اور ٹیڑھے راستے کو جانتا ہے

فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلَائِقَ كُلَّهَا ۔ وَجَعَلَ كُلَّ شَيْءٍ وَّاحِدٍ مُّتَبَدِّدَا

پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے اور منتشر (ذرات) کو ایک شئے کی طرح بنا دیا

وَحِيْدٌ فَرِيْدٌ لَا شَرِيْكَ لِذَاتِهِ ۔ قَوِيٌّ عَلِيٌّ فِي الْكَمَالِ تَوَحَّدَا

وہ واحد و یگانہ ہے اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں وہ طاقتور ہے. برتر ہے کمال میں یکتا ہے

لَهُ الْمُلْكُ وَالْمَلَكُوْتُ وَالْمَجْدُ كُلُّهُ ۔ وَكُلٌّ لَّهُ مَا لَاحَ اَوْ رَاحَ اَوْ غَدَا

ملک، بادشاہت اور بزرگی سب اسی کو حاصل ہے اور اسی کی ہر وہ چیز جو ظاہر ہوئی یا شام یا صبح کو جاتی رہی

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۸۹-۹۰)

فارسی منظوم کلام

ہر دم از کاخِ عالم آواز لیست ۞ کہ یکیش بانی و بِنا ساز لیست

یہ نظام عالم اس بات کی گواہی دے رہا ہے۔ کہ اس جہان کا بانی اور صانع ضرور ہے

نہ کس اُو را شریک و انباز لیست ۞ نے بکارش دخیل و ہمراز لیست

نہ کوئی اس کا شریک ہے نہ ساجھی۔ نہ اس کے کام میں کوئی دخیل ہے۔ نہ کوئی اس کا ہمراز ہے

وحدہٗ لاشریک حیّ و قدیر ۞ لم یزل لایزال فرد و بصیر

وہ اکیلا۔ لاشریک زندہ اور قادر ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ یگانہ اور باخبر ہے

متّصف با ہم صفاتِ کمال ۞ برتر از احتیاج آل و عیال

تمام صفات کاملہ سے آراستہ آل اور اولاد کی ضرورت سے بے نیاز

بر یکے حال در ہمہ حال ۞ رہ نیابد بدو فنا و زوال

ہر زمانہ میں ایک ہی حال پر قائم ہے۔ فنا اور زوال کا اس کے حضور میں گزر نہیں

نیست از حکم اُو بروں چیزے ۞ نہ ز چیزیست اُو نہ چوں چیزے

کوئی شئے اُس کے حکم سے باہر نہیں ہے۔ نہ وہ خود کسی سے نکلا ہے اور نہ کسی کی مانند ہے

ذات بیچون و چند افتاد است ۞ و از حدود و قیود آزاد است

اس کی ذات بے مثل اور اکیلی ہے۔ اور حدود و قیود سے آزاد ہے

ہمہ پیدا ز دستِ قدرتِ اُو ۞ کثرت شان گواہِ وحدتِ اُو

سب کچھ اس کی قدرت سے پیدا ہوا ہے۔ اُن کی کثرت اس کی وحدت پر گواہ ہے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل رُوحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۴)

عفو و درگذر

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات

مرتبہ:۔ مرزا خلیل احمد صاحب قمر

"عفو بھی کرو تو ایسا عفو کہ اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو' وہ عفو بے محل نہ ہوگا"

عفو اور ایصال خیر:۔ "پہلا خلق ان میں سے عفو ہے یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا۔ اس میں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ سزا دلائی جائے۔ قید کرایا جائے۔ جرمانہ کرایا جائے۔ یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اس کو بخش دینا اگر بخش دینا مناسب ہو تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے۔ اس میں قرآن شریف کی تعلیم ہے:۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (آل عمران: ۱۳۵) جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله (الشوریٰ: ۴۱)

یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اس قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح صلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہے۔ نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا"۔

"......پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو۔ بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے آیا بخشنے یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ دادوں پر دادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں۔ ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراد سے دیوثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیت اور غیرت اور عفت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے ہیں انہیں خرابیوں کے لحاظ

سے قرآن کریم میں ہر ایک خلق کیلئے محل اور موقع کی شرط لگادی ہے اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو۔
یاد رہے کہ مجرد عفو کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوت ہے جو بچوں میں پائی جاتی ہے۔ بچہ کو جس کے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے تھوڑی دیر کے بعد اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے پاس محبت سے جاتا ہے۔........ پس ایسا عفو کسی طرح خلق میں داخل نہیں ہوگا۔ خلق میں اسی صورت میں داخل ہوگا۔ جب ہم اس کو محل اور موقع پر استعمال کریں گے ورنہ صرف ایک طبعی قوت ہوگی۔ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں۔ جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہیں۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقعہ کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چارپایوں میں گائے بھی بے شر ہے۔ اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقعہ کی عقل نہیں دی گئی۔ خدا کی حکمت اور خدا کی سچی اور کامل کتاب نے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقع کی شرط لگادی ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۱۔ ۳۵۲)

عفو و درگذر کا حکمت اور موقع و محل پر ہونا:۔

"تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ اخلاص کا کامل مرتبہ صرف اس میں منحصر نہیں ہو سکتا کہ ہر جگہ و ہر محل میں عفو اور درگذر کو اختیار کیا جائے۔ اگر انسان کو صرف عفو اور درگذر کا ہی حکم دیا جاتا ہے تو صدہا کام کہ جو غضب اور انتقام پر موقوف ہیں فوت ہو جاتے۔ انسان کی صورت فطرت کہ جس پر قائم ہو جانے سے وہ انسان کہلاتا ہے یہ ہے کہ خدا نے اس کی سرشت میں جیسا کہ عفو اور درگذر کی استعداد رکھی ہے ایسا ہی غضب اور انتقام کی خواہش بھی رکھی ہے اور ان تمام قوتوں پر عقل کو بطور افسر کے مقرر کیا ہے۔ پس انسان اپنی حقیقی انسانیت تک تب پہنچتا ہے کہ جب فطرتی صورت کے موافق یہ دونوں طور کی قوتیں عقل کی تابع ہو کر چلتی رہیں۔ یعنی یہ قوتیں مثل رعایا کے ہوں اور عقل مثل بادشاہ عادل ان کی پرورش اور فیض رسانی اور رفع تنازعہ اور مشکل کشائی میں مشغول رہے۔ مثلاً ایک وقت غضب نمودار ہوتا ہے اور حقیقت میں اس وقت حلم کے ظاہر ہونے کا موقعہ ہوتا ہے۔ پس ایسے وقت میں عقل اپنی فہمائش سے غضب کو فرو کرتی ہے اور حلم کو حرکت دیتی ہے۔ اور بعض وقت غضب کرنے کا وقت ہوتا ہے اور حلم پیدا ہو جاتا ہے اور ایسے وقت میں عقل غضب کو مشتعل کرتی ہے اور حلم کو درمیان سے اٹھا لیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تحقیق عمیق سے ثابت ہوا ہے کہ انسان اس دنیا میں بہت سی مختلف قوتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور اس کا کمال فطرتی یہ ہے کہ ہر ایک قوت کو اپنے اپنے موقعہ پر استعمال میں لاوے۔
غضب کی جگہ پر غضب رحم کی جگہ پر رحم۔ یہ نہیں کہ نرا حلم ہی حلم ہو اور دوسری تمام قوتوں کو معطل اور بیکار چھوڑ

دے۔ ہاں منجملہ تمام اندرونی قوتوں کے قوت حلم کو بھی اپنے موقعہ پر ظاہر کرنا ایک انسان کی خوبی ہے۔ مگر انسان کی فطرت کا درخت جس کو خدا نے کئی شاخوں پر جو اس کی مختلف قوتیں ہیں منقسم کیا ہے۔ صرف ایک شاخ کے سرسبز ہونے سے کامل نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ اسی حالت میں کامل کہلائے گا کہ جب ساری شاخیں اس کی سرسبز و شاداب ہوں اور کوئی شاخ حد موزونیت سے کم یا زیادہ نہ ہو۔ یہ بات بہ بداہت عقل ثابت ہے کہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہی خلق، خلق اچھا نہیں ہو سکتا۔ کہ شریر کی شرارت سے درگذر کی جائے۔ بلکہ خود قانون فطرت ہی اس خیال کا ناقص ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مدبر حقیقی نے انتظام عالم اسی میں رکھا ہے جو کبھی نرمی اور کبھی درشتی کی جائے اور کبھی عفو اور کبھی سزا دی جائے اور اگر صرف نرمی ہی ہو یا صرف درشتی ہی ہو تو پھر نظام عالم کی کل ہی بگڑ جاتی ہے۔"

"........ہمیشہ اور ہر محل میں عفو کرنا حقیقی نیکی نہیں ہے بلکہ ایسی تعلیم کو کامل تعلیم سمجھنا ایک غلطی ہے جو ان لوگوں کو لگی ہوئی ہے جن کی نگاہیں انسان کی فطرت کے پورے گہراؤ تک نہیں پہنچتیں اور جن کی نظران تمام قوتوں کے دیکھنے سے بند رہتی ہے جو انسان کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرنے کے لئے عطا کی گئی ہیں۔ جو شخص لگے تار جا بجا ایک ہی قوت کو استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری تمام اخلاقی قوتوں کو بیکار چھوڑ دیتا ہے وہ گویا اس فطرت کو جو خدا نے عطا کی ہے منقلب کرنا چاہتا ہے اور فعل حکیم مطلق کو اپنی کوتہ فہمی سے قابل اعتراض ٹھہراتا ہے۔ کیا یہ کچھ خوبی کی بات ہے کہ ہم ہر ایک وقت بغیر لحاظ موقعہ و مصلحت اپنے گناہ گاروں کے گناہوں سے درگذر کیا کریں۔ اور کبھی اس قسم کی ہمدردی نہ کریں جس میں شریر کی شرارت کا علاج ہو کر آئندہ اس کی طبیعت سدھر جائے۔ ظاہر ہے کہ جیسے بات بات میں سزا دینا اور انتقام لینا مذموم و خلاف اخلاق ہے اس طرح یہ بھی خیر خواہی حقیقی کے برخلاف ہے کہ ہمیشہ یہی اصول ٹھہرایا جاوے کہ جب کبھی کسی سے کوئی مجرمانہ حرکت صادر ہو۔ تو جھٹ پٹ اس کے جرم کو معاف کیا جائے۔ جو شخص ہمیشہ مجرم کو سزا کے بغیر چھوڑ دیتا ہے وہ ایسا ہی نظام عالم کا دشمن ہے جیسے وہ شخص کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں انتقام اور کینہ کشی پر مستعد رہتا ہے۔

نادان لوگ ہر محل میں عفو اور درگذر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ درگذر کرنے سے نظام عالم میں ابتری پیدا ہوتی ہے اور یہ فعل خود مجرم کے حق میں بھی مضر ہے کیونکہ اس سے اس کی بدی کی عادت پکی جاتی ہے اور شرارت کا ملکہ راسخ ہوتا جاتا ہے......"

قرآن شریف کو خدا نے نازل کیا اور ایسی جامع شریعت عطا فرمائی۔ جس میں نہ توریت کی طرح خواہ نخواہ ہر جگہ اور ہر محل میں دانت کے عوض دانت نکالنا ضروری لکھا اور نہ انجیل کی طرح یہ حکم دیا کہ ہمیشہ اور ہر حالت میں دست دراز لوگوں کے طمانچے کھانے چاہئے۔ بلکہ وہ کامل کلام عارضی خیالات سے ہٹا کر حقیقی نیکی کی طرف ترغیب دیتا ہے اور جس بات میں واقعی طور پر بھلائی پیدا ہو خواہ وہ بات درشت ہو خواہ نرم۔ اسی کے کرنے کے لئے تاکید فرماتا ہے۔ جیسا فرمایا ہے وجزاء سیۃ سیۃ

مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ (الجز نمبر۲۵)۔ یعنی بدی کی پاداش میں اصول انصاف تو یہی ہے کہ بد کن آدمی اسی قدر بدی کا سزاوار ہے جس قدر اس نے بدی کی ہے۔ پر جو شخص عفو کر کے کوئی اصلاح کا کام بجالائے یعنی ایسا عفو نہ ہو۔ جس کا نتیجہ کوئی خرابی ہو سو اس کا اجر خدا پر ہے۔" (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ ۴۰۹ تا ۴۳۴)

عفو میں اصلاح کا پہلو:۔

".......کوئی قوت اور طاقت جو انسان کو دی گئی ہے فی نفسہ وہ بری نہیں ہے بلکہ اس کی افراط یا تفریط اور برا استعمال اسے اخلاق ذمیمہ کی ذیل میں داخل کرتا ہے اور اس کا برمحل اور اعتدال پر استعمال ہی اخلاق ہے....... قرآن اب اسی اصول کو مدنظر رکھ کر.... کہتا ہے۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح (الشوریٰ:۴۱)۔ یعنی بدی کی سزا تو اسی قدر بدی ہے لیکن جس نے عفو کیا اور اس عفو میں اصلاح بھی ہو۔ عفو کو تو ضرور رکھا ہے مگر یہ نہیں کہ اس عفو سے شریر اپنی شرارت میں بڑھے یا تمدن اور سیاست کے اصولوں اور انتظام میں کوئی خلل واقع ہو۔ بلکہ ایسے موقع پر سزا ضروری ہے۔ عفو اصلاح ہی کی صورت میں روا رکھا گیا ہے...." (ملفوظات: جلد دوم: صفحہ ۸۷ نیا ایڈیشن)

"..........قرآن شریف کا یہ حکم ہے کہ موقع دیکھو اگر نرمی کی ضرورت ہے خاک سے مل جاؤ۔ اگر سختی کی ضرورت ہے سختی کرو۔ جہاں عفو سے صلاحیت پیدا ہوتی ہو وہاں عفو سے کام لو۔ نیک اور باحیا خدمتگار اگر قصور کرے تو بخش دو مگر بعض ایسے خیرہ طبع ہوتے ہیں کہ ایک دن بخشو تو دوسرے دن دگنا بگاڑ کرتے ہیں وہاں سزا ضروری ہے"۔ (ملفوظات: جلد اول: صفحہ ۵۲۲)

عفو کا مقام و محل:۔

"عفو ہی ایک اخلاقی قوت ہے اس کے لئے دیکھنا ضروری ہے کہ آیا عفو کے لائق ہے یا نہیں۔ مجرم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جاتی ہے جو غصہ تو دلاتی ہے لیکن وہ معافی کے قابل ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی کسی شرارت پر چشم پوشی کی جاوے اور ان کو معاف کر دیا جاوے تو وہ زیادہ دلیر ہو کر مزید نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً ایک خدمتگار ہے جو بڑا نیک اور فرماں بردار ہے وہ چائے لائے اتفاق سے اس کو ٹھوکر لگی اور چائے کی پیالی گر کر ٹوٹ گئی اور چائے بھی مالک پر گر گئی۔ اگر وہ اس کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑا اور تیز اور تند ہو کر اس پر جا پڑے تو یہ سفاہت ہوگی۔ یہ عفو کا مقام ہے کیونکہ اس نے عمداً شرارت نہیں کی ہے اور عفو اس کو زیادہ شرمندہ کرتا اور آئندہ کیلئے محتاط بناتا ہے لیکن اگر کوئی شریر ہے کہ وہ ہر روز توڑتا ہے اور یوں نقصان پہنچاتا ہے تو اس پر رحم یہی ہو گا کہ اس کو سزا دی جائے"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۹۰)

"جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ (الشوریٰ:۴۱)
یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے۔ لیکن اگر کوئی عفو کرے مگر وہ عفو بے محل نہ ہو۔ بلکہ اس عفو سے اصلاح مقصود ہو تو اس کا

اجر اللہ کے ذمہ ہے مثلاً اگر چور کو چھوڑ دیا جائے تو وہ دلیر ہو کر ڈاکہ زنی کرے گا۔ اس کو سزا ہی دینی چاہئے۔ لیکن اگر دو نوکر ہوں اور ایک ان میں سے ایسا ہو کہ ذرا سی چشم نمائی ہی اس کو شرمندہ کر دیتی اور اس کی اصلاح کا موجب ہوتی ہو تو اس کو سخت سزا دینا مناسب نہیں۔ مگر دوسرا عمداً شرارت کرتا ہے اس کو عفو کریں تو بگڑتا ہے تو اس کو سزا ہی دی جاوے۔......... یہ تعلیم کہ عفو سے اصلاح مدنظر ہو ایسی تعلیم ہے جس کی نظیر نہیں اور اس پر آخر متمدن انسان کو چلنا پڑتا ہے اور یہی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے انسان میں قوت اجتہاد اور تدبر اور فراست بڑھتی ہے گویا یوں کہا گیا ہے کہ ہر طرح کی شہادت سے دیکھو اور فراست سے غور کرو۔ اگر عفو سے فائدہ ہو تو معاف کرو لیکن اگر خبیث اور شریر ہے تو پھر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا پر عمل کرو"

(ملفوظات: جلد اول: صفحہ ۳۳۱۔۳۳۲)

"بدی کی سزا تو اس قدر بدی ہے مگر عفو بھی کرو تو ایسا عفو کہ اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ وہ عفو بے محل نہ ہو گا مثلاً ایک فرمانبردار خادم ہے اور کبھی کوئی خیانت اور غفلت اپنے فرض کے ادا کرنے میں نہیں کرتا مگر ایک دن اتفاقاً اس کے ہاتھ سے گرم چائے کی پیالی گر جاوے اور نہ صرف پیالی ہی ٹوٹ جاوے بلکہ کسی قدر گرم چائے سر پر بھی پڑ جاوے تو اس وقت یہ ضروری نہیں کہ آقا اس کو سزا دے بلکہ اس کے حسب حال سزا یہی ہے کہ اس کو معاف کر دیا جاوے ایسے وقت پر موقع شناس آقا تو خود شرمندہ ہو جاتا ہے کہ اس بے چارے نوکر کو شرمندہ ہونا پڑے گا۔ لیکن کوئی شریر نوکر اس قسم کا ہے کہ وہ ہر روز نقصان کرتا ہے اگر اس کو عفو کر دیا جائے تو وہ اور بھی بگڑے گا اس کو تنبیہ ضروری ہے......"(ملفوظات: جلد دوم: صفحہ ۱۷۹: نیا ایڈیشن)

عفو اور احسان:۔

"کہتے ہیں کہ امام حسنؓ کے پاس ایک نوکر...... پیالی لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپ کے سر پر گر پڑی۔ آپ نے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا والکاظمین الغیظ (آل عمران:۱۳۵) یہ سن کر امام حسنؓ نے فرمایا کظمت غلام نے پھر کہا والعافین عن الناس، کظم میں انسان غصہ دبا لیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا۔ مگر اندر سے پوری رضامندی نہیں ہوتی۔ اس لئے عفو کی شرط لگا دی ہے کہ آپ نے کہا کہ میں نے عفو کیا۔ پھر پڑھا واللہ یحب المحسنین محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کظم اور عفو کے بعد نیکی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جا آزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں کہ...... پیالی گرا کر آزاد ہوا۔ اب بتاؤ کہ یہ نمونہ اصول کی عمدگی میں سے پیدا ہوا ہے۔"(ملفوظات: جلد اول: صفحہ ۱۱۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عفو کا نمونہ:۔

"مکہ میں جن لوگوں نے دکھ دیئے تھے جب آپ نے مکہ فتح کیا تو آپ چاہتے تو سب کو ذبح کر دیتے مگر آپ نے رحم کیا اور لا تثریب علیکم الیوم کہدیا۔ آپ کا بخشنا تھا کہ سب مسلمان ہو گئے۔ اب اس قسم کے عظیم الشان اخلاق فاضلہ کیا

کسی نبی میں پائے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی ذات خاص اور عزیزوں اور صحابہ کو سخت تکلیفیں دی تھیں اور ناقابل عفو ایذائیں پہنچائی تھیں۔ آپ نے سزا دینے کی قوت اور اقتدار کو پاکر فی الفور ان کو بخش دیا حالانکہ اگر ان کو سزا دی جاتی تو یہ بالکل انصاف اور عدل تھا۔ مگر آپ نے اس وقت اپنے عفو و اکرام کا نمونہ دکھایا یہ وہ امور تھے کہ علاوہ معجزات کے صحابہؓ پر موثر ہوئے تھے اس لئے آپ اسم بامسمی محمد ہو گئے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم"۔(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۱، ۶۲)

حضرت اقدس بانی سلسلہ علیہ السلام کی اپنی جماعت کو ہدایت:۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی جماعت کو ہدایت فرمائی کہ موقع و محل کے مطابق اخلاق فاضلہ ظاہر کئے جائیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"تم محل اور موقع کو دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ مینہ کس قدر عمدہ اور ضروری چیز ہے لیکن اگر وہ بے موقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی سرد غذا یا گرم غذا کی مداومت سے تمہاری صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ صحت تبھی قائم رہے گی کہ جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کھانے اور پینے کی چیزوں میں تبدیلی ہوتی رہے گی۔ پس درشتی اور نرمی اور عفو اور انتقام اور دعا اور بددعا اور دوسرے اخلاق میں جو تمہارے لئے مصلحت وقت ہے وہ بھی اسی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن نہ بے محل اور بے موقعہ......" (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۴۔ ۴۵)

"جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے......جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے......"

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۴۔ ۴۵)

"کامل تعلیم وہ ہے.... جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہم کو ملی......یعنی بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ خواہ مخواہ ہر مقام پر شر کا مقابلہ نہ کیا جاوے اور انتقام نہ لیا جاوے بلکہ منشاء الٰہی یہ ہے کہ محل اور موقعہ کو دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ موقعہ گناہ کے بخش دینے کا اور معاف کر دینے کا ہے یا سزا دینے کا۔ اگر اس وقت سزا دینا ہی مصلحت ہو تو اس قدر سزا دی جائے جو سزاوار ہے اور اگر عفو کا محل ہے تو سزا کا خیال چھوڑ دو۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۴۴، ۶۴۵)

"امامِ اعظم"

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: چوہدری ظفر اللہ خان طاہر

نوٹ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و برکات سے فیضیاب ہونے والے مقربانِ الٰہی، محدثین اور فقہا و علماء کی سیرت و سوانح کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے دینِ حق کیلئے کیا کیا قربانیاں دیں، کن آزمائشوں سے گزرے، ان کے حالات ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں یہ مضمون دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

> حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں:-
> "وہ ایک بحرِ اعظم تھا...... امام بزرگ ابو حنیفہؒ کو علاوہ کمالاتِ علم آثارِ نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا۔" (الحق مباحثہ لدھیانہ)

نام و نسب:- آپ کا نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ ۸۰ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد ثابت بن زوطی فارس کے رہنے والے تھے۔ اس طرح آپ فارسی النسل تھے۔

بچپن و حصول علم:- امام صاحب کے بچپن کا زمانہ بڑا پُر آشوب دور تھا۔ حجاج بن یوسف جیسا سخت گیر آدمی عراق کا گورنر تھا۔ حجاج ۹۵ھ میں اور اُموی خلیفہ ولید ۹۶ھ میں فوت ہوا۔ ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنے۔ جس کی نسبت مؤرخین کا بیان ہے کہ خلفائے بنو امیہ میں سے بہتر تھا۔

سلیمان ۹۹ھ میں فوت ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز جیسے نیک دل انسان خلیفہ بنے۔ اس خلافت کے قیام کے نتیجہ میں تمام ملک میں عدل و انصاف، علم و عمل کا دور دورہ شروع ہوا۔

امام صاحب نے اپنے والد کے ساتھ کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا تھا۔

"ایک دن بازار جا رہے تھے۔ امام شعبیؒ (جو کوفہ کے مشہور امام تھے ان کا مکان راستے میں تھا) سامنے سے نکلے تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کوئی نوجوان طالب علم ہے پاس بلایا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے ایک سوداگر کا نام لیا۔ امام شعبی نے کہا "میرا مطلب یہ تھا کہ تم پڑھتے کس سے ہو"۔ انہوں نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ کسی سے بھی نہیں۔ شعبی نے کہا "مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کر لیا اور نہایت اہتمام سے تحصیل علم پر متوجہ ہوئے"۔

(سیرۃ النعمان صفحہ ۳۸، ۳۹ از مولانا شبلی نعمانی)

امام ابو حنیفہؒ نے پہلے علم العقائد یعنی علم کلام کے میدان کو منتخب کیا اور بقول شبلی نعمانی

"اس فن میں وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن بحث کرنے میں ان سے جی چراتے تھے"۔

(سیرۃ النعمان صفحہ ۴۰)

مگر اس کے بعد علم فقہ کے میدان میں اترے اور اس میں کمال حاصل کیا۔ اس دور میں حماد بن ابی سلیمان کوفہ کے مشہور امام اور استاد وقت تھے۔ حضرت انسؓ سے جو رسول اللہؐ کے خادم خاص تھے حدیث سنی تھی۔ اور بڑے بڑے تابعین کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ اس وقت کوفہ میں انہیں کا مدرسہ مرجع عام سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے امام ابو حنیفہؒ نے فقہ پڑھنے کے لئے استاد کے طور پر انہی کو منتخب کیا۔ حماد نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت تک آپ ان کے ساتھ وابستہ رہے۔

سلسلہ درس و تدریس:۔

چالیس ۴۰ سال کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان کی مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔ امام صاحب نے اپنی زندگی کے باون ۵۲ سال اموی خلافت اور اٹھارہ برس عباسی دور میں بسر کئے۔

دورِ ابتلاء:۔

امام صاحب کو بھی اہل اللہ اور نیک لوگوں کی طرح اہل زمانہ نے مشکلات و مصائب میں ڈالے بغیر نہ چھوڑا۔ اور آپ نے بھی آخر دم تک اپنے موقف اور صداقت کا دامن نہ چھوڑا۔ واقعات کی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کو امام باقرؒ سے شاگردی کا تعلق تھا۔ اسی حوالے سے نیز آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فطرتی

محبت کی وجہ سے آپ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کے ساتھ محبت کرتے تھے۔

اُموی دور:- ۱۲۱ھ میں ہشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں آپ کوفہ میں رہنے اور اہل بیت کے ساتھ محبت وعقیدت کے تعلق کی وجہ سے آپ کے متعلق یہ گمان پیدا ہوگیا کہ آپ حضرت زید بن علی کے ساتھ بغاوت میں معاون ہیں۔ مورخین نے آپ کے کسی قسم کی بغاوت میں شامل ہونے کے خیال کو قطعی طور پر رد کیا ہے۔ مگر یہ خیال اس وقت کے حکام کے ذہنوں میں راسخ ہوگیا۔

۱۲۲ھ میں زید بن علی کی شہادت کے ساتھ خاموشی ختم ہوگئی۔ ۱۲۵ھ میں یحییٰ بن زید بن علی خراسان میں ان کے جانشین ہوئے اور والد کی طرح شہید ہوئے۔ ۱۲۵ھ میں ہی ہشام نے وفات پائی تھی۔

۱۳۰ھ میں عبداللہ بن یحییٰ یمن میں بنوامیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

امام صاحبؒ ان مظالم اور پے در پے شہادتوں سے بہت متاثر ہوئے۔ دوسری طرف اُموی ارکان حکومت امام صاحب کی شہرت اور مقام کی وجہ سے خوفزدہ تھے اور اہل بیت کے ساتھ آپ کی محبت نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عملاً امام صاحب نے کبھی بھی نہ بغاوت کی تعلیم دی اور نہ اس میں حصہ لیا۔

مگر اُموی حکومت اپنی بدگمانی کو دُور کرنے کا صرف ایک ہی راستہ سمجھتی تھی کہ امام صاحب ان کی حکومت کے کل پُرزہ کے طور پر کام کریں۔

چنانچہ مروان بن محمد کے عراقی عامل یزید بن ہبیرہ نے امام صاحب کو بلا کر محکمہ قضا یا خزانہ کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کے سپرد کرنا چاہی۔ مگر امام صاحب نے اسے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ اس پر یزید نے غصہ میں آکر یہ حکم دیا کہ انہیں کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ کوتوال نے آپ کو قید کر دیا اور کئی دن تک کوڑے مارتا رہا، مگر امام صاحب انکار پر ڈٹے رہے۔ آخر مجبور ہو کر یزید نے چھوڑ دیا۔ امام صاحب وہاں سے مکہ آگئے۔ اور ۱۳۰ھ تا ۱۳۶ھ چھ سال جلاوطنی کی زندگی گزاری۔ اس عرصہ میں آپ نے مکہ میں رہ کر علمی مشاغل کو جاری رکھا۔

عباسی دور:- ۱۳۲ھ میں بنوامیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور بنوعباس سے ابوالعباس سفاح اور اس کے بعد منصور خلیفہ ہوئے۔ ان دونوں نے فتنوں کو فرو کرنے کے نام پر بہت مظالم کئے۔ اور منصور نے تو اہل بیت پر مظالم کی بھی انتہاء کر دی تھی۔ اس کے نتیجہ میں عبداللہ بن حسن کے بیٹے محمد نفس زکیہ نے

سنہ ۱۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں خروج کیا ۔ اور وہ قتل کر دیئے گئے ۔ پھر ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے خروج کیا ۔ امام صاحب ان کی تائید میں تھے اگرچہ عملاً اس میں شامل نہ ہوئے ۔ ابراہیم بصرہ میں لڑتے ہوئے مارے گئے ۔

منصور نے اس مہم سے فارغ ہو کر ابراہیم کی حمایت کرنے والوں کی طرف توجہ کی ۔ پہلے اس نے پایہ تخت ہاشمیہ جو کہ کوفہ سے چند میل کے فاصلے پر تھا کو بدل کر بغداد کو دارالخلافہ بنایا ۔ اور ۱۴۶ھ میں بغداد پہنچ کر امام ابوحنیفہ کے نام فرمان جاری کیا کہ فوراً پائے تخت حاضر ہوں ۔ جب امام صاحب حاضر ہوئے تو منصور نے ان کے لئے قضا کا عہدہ تجویز کیا ۔ امام صاحب نے انکار کر دیا ۔ منصور نے غصہ میں آ کر کہا "تم جھوٹے ہو" امام صاحب نے کہا "اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ دعویٰ ضرور سچا ہے کہ میں عہدہ قضا کے قابل نہیں ۔ کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں مقرر ہو سکتا ۔"

بہر حال امام صاحب نے عہدہ قضا کے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی ۔ اس کے نتیجہ میں منصور نے امام صاحب کو قید کئے جانے کا حکم جاری کر دیا ۔ (ماخوذ از سیرۃ النعمان از شبلی نعمانی)

قید و وفات :- منصور نے ۱۴۶ھ میں آپ کو قید کر دیا ۔ امام صاحب نے قید میں بھی سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا ۔ چنانچہ امام محمد جو کہ بعد میں فقہ حنفی کے دست و بازو بنے انہوں نے قید میں ہی ان سے تعلیم پائی ۔

قید خانہ میں بند ہونے کے باوجود امام صاحب کی شہرت ہر طرف پھیلتی رہی ۔ اسی وجہ سے منصور کو امام صاحب سے جو خطرہ تھا وہ برقرار رہا ۔ اس لئے اس نے آخری تدبیر کے طور پر امام صاحب کو زہر دلوا دیا ۔ جس کے اثر سے امام صاحب رجب ۱۵۰ھ میں وفات پا گئے ۔ آپ کے جنازہ میں پہلی بار پچاس ہزار لوگ شامل ہوئے اور آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی ۔

مدفن :- امام صاحب کی وصیت کے مطابق آپ کو خیزران کے مشرقی جانب دفن کیا گیا ۔ سنہ ۴۵۹ھ میں سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے آپ کی قبر پر ایک گنبد اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ تعمیر کروا دیا ۔ جو بغداد میں پہلا مدرسہ خیال کیا جاتا ہے ۔ یہ مدرسہ "مشہد ابی حنیفہ" کے نام سے مشہور ہے ۔

اسلامی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ اسلام کے نام پر اقتدار میں آنے والوں اور اسلام کی حفاظت کے داعیان نے محض سیاسی مفادات کی وجہ سے بڑے بڑے نیک لوگوں کو تختہ مشق بنایا ۔ امام صاحب کو بھی اموی فرمانروا مروان کے زمانے میں عراقی عامل یزید بن ہبیرہ نے اور عباسی خلیفہ منصور نے محض بدظنی ، سیاسی مفاد اور ذاتی

عناد کی وجہ سے نشانہ ستم بنایا۔

امام صاحب نے عملاً کسی حکومت کی مخالفت کی نہ کبھی بغاوت کی۔ مگر یہ ظلم ہوا کہ آپ کو محض عہدہ قضا قبول کرنے سے انکار پہ ایسے مظالم میں سے گزرنا پڑا۔ حتیٰ کہ آپ کو زندان میں ڈالا گیا۔

مسیح موعودؑ اور حضرت امام ابو حنیفہ کی مناسبت

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اسی شریعت کی اتباع کریں گے۔ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے کہ اسی شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب وسنّت کے مخالف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے کہ پرہیز گاری اور تقویٰ کی برکت اور سنّت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب وسنّت کے مخالف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو "اصحاب الرائے" کہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے علم اور درایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔"

(حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندیؒ : مکتوبات امام ربانی : دفتر دوم : حصہ دوم : صـ۳۲ : مکتوب ۵۵ : مترجم مولانا محمد سعید احمد نقشبندی : طبع اوّل : ۱۹۷۲ء : مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی)

اسی طرح مولوی محمد نجم الغنی خاں صاحب رامپوری لکھتے ہیں :۔

"درمختار میں امام ابو حنیفہؒ کے جہاں اور اوصاف لکھے ہیں ان میں یہ بھی لکھا ہے۔ یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے موافق عیسیٰ علیہ السلام حکم کریں گے اور حلبی محشی نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کریں گے اور ان کا اجتہاد امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق پڑے گا۔"

(مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری : مذاہب الاسلام : مطبوعہ اگست ۱۹۷۸ء مطبع مولا دالا پرنٹرز لاہور صـ۳۴ زیر عنوان "ایک امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں")

ان نوشتوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ایک دوسرے کے ساتھ نہایت درجہ مناسبت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

" خدا تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی پر رحمت کرے۔ انہوں نے مکتوب ص ۳۰۷ میں فرمایا ہے کہ امام اعظم صاحب کی آنے والے مسیح کے ساتھ استخراج مسائل قرآن میں ایک روحانی مناسبت ہے۔" (الحق لدھیانہ ص ۹۹ روحانی خزائن جلد ۴ ص ۱۰۱)

اساتذہ:- امام صاحب کے اساتذہ میں حماد بن ابی سلیمان، امام محمد باقر بن زین العابدین، امام جعفر صادق اور ابو محمد عبد اللہ بن حسن بن حسن کے نام معروف ہیں۔

تلامذہ:- آپ کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں لائق شاگردوں نے امام صاحب کی فقہ کو پھیلانے اور رائج کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اولاد:- تاریخ میں امام صاحب کے بیٹے حماد کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے بھی نیکی اور تقویٰ میں شہرت حاصل کی۔ ان کی وفات ۱۷۶ھ میں ہوئی۔ حماد کے چار بیٹے تھے۔ عمر، اسماعیل، ابو حیان اور عثمان

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے جید اساتذہ اور ہر دو ادوار خلافت میں خاندان اہل بیت کے ساتھ مظالم اور ابتلاؤں میں شرکت سے واضح ہے کہ حق کی حمایت میں یہ سب مقربان الٰہی اتفاق و یگانگت رکھتے تھے۔

امام صاحب کا مقام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے امام ابو حنیفہؒ کے مقام عالی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

۱۔ " وہ ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اس کی شاخیں ہیں۔ اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ حضرت ابو حنیفہؒ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا۔" (الحق مباحثہ لدھیانہ ص ۹۹ روحانی خزائن جلد ۴ ص ۱۰۱)

۲۔ حضرت اقدس ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:۔

" اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی۔ اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اور اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لئے وہ

درجہ علیا مسلّم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔"

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۸۵)

۳۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آئمہ فقہ کے متعلق سخت کلامی کو بہت نامناسب خیال فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"آئمہ کے حق میں سخت کلامی کرنا بہت ہی نامناسب امر ہے۔ جس زمانہ میں یہ بزرگ گزرے ہیں اگر وہ دین کی خدمت نہ کرتے تو ہزار ہا خرابیاں پیدا ہو جاتیں۔ یہ لوگ اسلام میں بطور چار دیواری کے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا خدا تعالیٰ کے واسطے کیا اور شریر لوگوں کو حد سے بڑھنے سے بچایا۔ ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ ان لوگوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا اور بے نفس ہو کر اسلام کی خدمت کی۔ ان لوگوں کی طرح وہ نہ تھے کہ ہر وقت دنیا کو مقدم رکھتے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۰)

۴۔ اسی طرح فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کے دو قسم کے لوگ پیارے ہیں۔ اوّل وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے خود پاک کیا اور علم دیا۔ دوم وہ جو اُن کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان لوگوں کی تابعداری کرنے والے بہت اچھے ہیں۔ کیونکہ ان کو تزکیۂ نفس عطا کیا گیا تھا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے قریب تر کے ہیں۔ میں نے خود سُنا ہے کہ بعض لوگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سخت کلامی کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۵۳۴)

۵۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فقہ حنفیہ پر عمل کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سُنّت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفیہ پر عمل کر لیں۔ کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعض موجودہ تغیّرات کی وجہ سے فقہ حنفیہ اگر کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح بے وجہ احادیث سے انکار نہ کریں۔ ہاں جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پاویں تو اس حدیث کو چھوڑ دیں۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۵ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۱)

۶۔ اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:۔

"باقی رہا شریعت کا عملی حصہ، سو ہمارے نزدیک سب سے اوّل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سُنّت تائید کرتی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۳۴)

ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے تک رہی دُنیا کی آنکھ
جلوۂ پُر ذوق ہے تابِ جبیں میں آپ کی !
ہے لطیفہؑ و نعمتُ اللہ سے سجا تازہ چمن
کھلتے ہیں لالہ و گُل کیا سرزمیں میں آپ کی !
عکس مبہم سا ہے میری بے بصیرت آنکھ میں
جو ہویدا ہے نگاہِ دُور بیں میں آپ کی!
ہاں لرز اُٹھا تھا جس سے گاہے خیبر کا حصار
سحر ہے شاید وہی نانِ جویں میں آپ کی !
ہے دمِ عیسیٰ اگر جاری لبوں پر آپ کے!
تو یدِ بیضا اُدھر ہے آستیں میں آپ کی !
پڑ گئی جس پر نظر دل سے وہ گرویدہ ہوا
جانے کیا اعجاز ہے چشمِ حسیں میں آپ کی !
ہاں اماں پائیں گی تو ہیں آپ کی آغوش میں
اخترِ تقدیرِ عالم ہے جبیں میں آپ کی !

عبد السّلام اسلام

؎ ہر دو جاں نثاروں نے احمدیت کی خاطر افغانستان میں اپنی جان کی قربانی پیش کی۔

مبارک وہ جواب ایمان لایا

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

حضرت منشی فیاض علی کپور تھلوی.... آف سراوہ

تحریر:۔ محترم افتخار علی صاحب قریشی (ریٹائرڈ چیف انجنیئر) وکیل المال ثالث

حضرت منشی فیاض علی صاحب ایک مخلص فدائی رفیق بانی سلسلہ احمدیہ تھے۔ کپور تھلہ میں لمبا عرصہ ملازمت اور مخلصین کپور تھلہ کے ساتھ گہرے تعلق کے باعث کپور تھلہ سے نسبت ہوگئی اور اسی شہر کے شب و روز نے آپ کو کپور تھلوی سے معروف کیا اور یہیں سے آپ سلسلہ احمدیہ سے منسلک ہوئے اور آپ کے اندر ایک روحانی انقلاب برپا ہوا۔

مولد و مسکن اور خاندان:۔

آپ کا اصل وطن ہندوستان میں قصبہ سراوہ ☆ تحصیل ہاپوڑ ضلع میرٹھ (یوپی) تھا۔ آپ کی بیٹی محترمہ عزیز بانو صاحبہ سے ان کے بھتیجے ناصر احمد صاحب قریشی کی روایت ہے کہ حضرت منشی صاحب کا حسب نسب یوں ہے:۔

"فیاض علی ولد رسول بخش ولد کریم بخش ولد رحیم بخش ولد زاہد علی قریشی جو مغل شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ میں ملک عرب سے تشریف لائے تھے اور فوجی خدمات کے عوض قصبہ سراوہ میں جاگیر ملی۔ زاہد علی قریشی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بیعت کی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی انہیں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور پر بیعت کی تاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ زاہد علی قریشی اپنی اولاد کو تاکید فرمایا کرتے کہ اولاد در اولاد میں سے جو بھی امام مہدی کا زمانہ پائے تو ان کی بیعت سے مشرف ہو"۔

☆ "جناب افتخار علی قریشی مضمون نگار (ریٹائرڈ چیف انجنیئر وکیل المال ثالث تحریک جدید کا بیان ہے کہ "میرے آباء و اجداد اسی قصبہ کے رہنے والے تھے۔ میرے دادا امداد علی صاحب میرٹھ شہر میں اپنے ماموں کے پاس آگئے تھے۔ حضرت منشی فیاض علی صاحب.... میرے دادا کے بھانجے تھے اور ان کے بڑے بیٹے مختار احمد صاحب قریشی میرے دادا کے داماد تھے جن کے ذریعہ مجھے احمدیت کی نعمت نصیب ہوئی"۔

ولادت، بچپن اور تعلیم:۔ وصیت کے ریکارڈ کے مطابق آپ کی ولادت ۱۸۴۵ء ہے۔ آپ کا بچپن سراوہ میں ہی گزرا اور وہیں آپ نے مروجہ تعلیم پائی۔ بعد میں آپ کپور تھلہ میں آئے اور یہیں ملازمت اختیار کی۔ یہاں سے ہی آپ نے بھی لدھیانہ جاکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

کپور تھلہ میں ملازمت اور حضرت اقدس کی بیعت:۔ آپ نے حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ ہی بچپن گزارا۔

حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کو جب کپور تھلہ میں ملازمت مل گئی تو انہوں نے حضرت منشی فیاض علی صاحب کو سراوہ سے بلا کر کپور تھلہ میں ملازم کروا دیا۔ یہیں سے دیگر احباب کپور تھلہ کے ساتھ ۱۸۸۹ء میں حضرت اقدس کی بیعت کی توفیق ملی۔ چنانچہ حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کے خلف الرشید جناب عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں۔

"منشی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم اور منشی فیاض علی صاحب مرحوم قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ اکٹھے بچپن میں پڑھے اور کھیلے۔ آپ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ البتہ ایک گاؤں میں رہنے کی حیثیت سے آپس میں دوستانہ تھا۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب ۱۹۱۹ء بکرمی میں اپنے والد صاحب کے ساتھ چھوٹی عمر میں پنجاب ریاست کپور تھلہ میں آگئے اور جلد ہی ملازم ہو گئے۔ ایک عرصہ بعد جب کہ وہ فوج کے محکمہ میں کمانڈر انچیف کی پیشی میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے منشی فیاض علی صاحب کو سراوہ سے طلب کر کے کلرک مقرر کرا دیا اور اپنے مکان میں سے نصف حصہ منشی فیاض علی صاحب کو دے دیا۔ یہاں تک تو دنیاوی دوستی کا تعلق تھا اس کے بعد دینی دوستی کا زمانہ آیا۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب براہین احمدیہ پڑھتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقد ہو گئے۔ جب بیعت کرنیکا اعلان شائع ہوا تو وہ بعد استخارہ فوراً بیعت کرنے کی غرض سے لدھیانہ روانہ ہو گئے۔ اور بیعت کرلی۔ منشی فیاض علی صاحب کو بھی براہین احمدیہ شائع ہونے کے وقت سے سمجھاتے رہتے تھے اور بعد بیعت کرنے کے ان کو ترغیب دی اور وہ بھی بیعت کر کے (رفقاء) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۳۱۳ کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ ۳۱۳ کی فہرست میں پہلے نام منشی عبدالرحمٰن صاحب کا ہے۔ بعد میں منشی فیاض علی صاحب کا۔ جیسے آگے پیچھے بیعت کی تھی ویسے ہی فہرست میں نام درج ہوا"۔ (الفضل ۲ جولائی ۱۹۳۸ء)

آپ کا نام ۳۱۳ رفقائے بانی سلسلہ احمدیہ کی فہرست میں:۔ ضمیمہ انجام آتھم اور آئینہ کمالات اسلام میں حضرت

اقدس نے ان ۳۱۳ مبائعین کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں حضرت منشی فیاض علی صاحب کا بھی نام ہے۔ حضرت اقدس ان ۳۱۳ کی عظمت و اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں۔ (شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی کی کتاب جواہر الاسرار تالیف ۸۴۰ء میں مندرجہ پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔ ناقل) لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں ۳۱۳ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کیلئے ۳۱۳ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشائے حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام (رفقاء) خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے"۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۰ تا ۴۵)

اس فہرست میں نمبر ۷ سے نمبر ۱۱ تک منشی اروڑہ خان صاحب' میاں محمد خان صاحب' منشی ظفر احمد صاحب' منشی عبدالرحمٰن صاحب' منشی فیاض علی صاحب اور نمبر ۱۳۵ پر مولوی حسین صاحب اور ۲۳۶ پر منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے اسماء مبارکہ درج ہیں.........."۔ (روایات ظفر (...... احمد جلد چہارم) صفحہ ۲۹)

حضرت منشی صاحب کی جلسہ سالانہ میں شرکت:۔

احباب کپور تھلہ قادیان کی طرف زیارت امام کیلئے کشاں کشاں جاتے۔ جب کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تو غیر معمولی ذوق و شوق سے پابرکاب ہوتے۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں حضرت منشی صاحب کی شرکت کا بھی روایات ظفر میں ذکر ہے۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں:۔

"جلسہ سالانہ قادیان کا آغاز ۱۸۹۱ء سے ہوا۔ ۱۸۹۲ء میں امام مسجد چینیاں والی لاہور نے فتویٰ دیا کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے۔ جس کے لئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔ یہ فتویٰ باوجود حضرت اقدس کے یہ اعلان شائع کرنے کے دیا گیا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ ہی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے۔ اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو۔ اس فتویٰ کے باعث حضرت اقدس کو ایک طویل اشتہار اس کی تردید میں شائع کرنا پڑا۔

۱۸۹۲ء میں جلسہ سالانہ کے مقاصد یہ قرار پائے کہ تقویٰ کے قیام اور یورپ و امریکہ میں اشاعت اسلام کا سامان کیا جائے اور قادیان میں اپنا مطبع قائم کیا جائے اور ایک اخبار بھی جاری کیا جائے اور ایک واعظ سے پنجاب و ہندوستان کا دورہ کروایا جائے۔ مطبع کے لئے چندہ دینے والوں کی فہرست مرتب کی گئی۔ مولوی محمد حسین صاحب، منشی ظفر احمد صاحب، منشی اروڑے خان صاحب، منشی حبیب الرحمٰن صاحب، محمد خان صاحب ان کے صاحبزادہ میاں عبدالمجید خان صاحب، منشی فیاض علی صاحب اور منشی عبدالرحمٰن صاحب، میاں نظام الدین صاحب نے بھی چندہ لکھوایا۔ چنانچہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے تیس روپے سالانہ، مولوی محمد حسین صاحب نے دو روپے سالانہ اور باقی احباب تین تین روپے سالانہ۔ سیدنا حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ ۱۸۹۱ء کے جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵ افراد نے شرکت کی تھی اور جب بڑی تکلیف برداشت کر کے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میرے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ تو ۳۲۷ کی تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا نشان ہے۔ کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا۔ (ملخص از آئینہ کمالات اسلام) (اس جلسہ سالانہ میں کپور تھلہ کے انیس احباب نے شرکت کی تھی۔) ایک طرف ایسے کفرباز لوگ تھے اور دوسری طرف حضرت اقدس کے دامن سے وابستہ ایسے پاکباز۔ سچ ہے۔ ؎

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیاہ　　کس چہ دانستے جمال شاہد گلفام را

حضرت اقدس کے محبوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے فرمایا ہے:۔

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ آپ کے محبوں کی عمر میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ جماعت کپور تھلہ کے (رفقاء) سارے کے سارے لمبی عمریں پانے والے ہوئے“۔

(روایات ظفر (.... احمد جلد چہارم) صفحہ ۲۸-۲۹)

اسی ذکر میں نمبر ۲ پر ہے۔

”(حضرت) منشی فیاض علی صاحب مرحوم یکے از ۳۱۳۔ ۹۵ سال“ (روایات ظفر..... احمد جلد چہارم) صفحہ ۸-۹)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی کتب میں حضرت منشی فیاض علی صاحب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم میں ۳۱۳ مبائعین کی فہرست میں آپ کا نام نمبر ۱۱ پر ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۵)

آپ کو بھی دیگر رفقاء جماعت احمدیہ کپور تھلہ کی مانند حضرت اقدس سے بے انتہا محبت و اخلاص کا تعلق تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں حضرت اقدس نے اہل کپور تھلہ سے خوشنودی کا اظہار کیا اور یہ خوشخبری دی۔

”میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے“۔

(روایت ظفر صفحہ ۱۴۹ میں مندرجہ خط حضرت اقدس ۲۷ جنوری ۱۸۹۴ء مطبوعہ بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء)

حضرت منشی صاحب کی ملازمت، پنشن اور وفات:-

حضرت منشی صاحب نے ملازمت کپورتھلہ کے دوران نہایت اعلیٰ درجہ کی محبت واخوت کے ساتھ لیل ونہار گزارے آپ آریہ سماج اور عیسائیوں سے اکثر مباحثات کرتے تھے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں اکثر قادیان زیارت کا موقعہ ملتا۔ بالآخر پنشن کے بعد دہلی میں سکونت اختیار کی۔ جہاں ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو وفات ہوئی۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں:-

"منشی فیاض علی صاحب پنشن پانے کے بعد کچھ عرصہ کپورتھلہ میں رہ کر آخر کار کپورتھلہ سے رخصت ہوئے۔ ان کی اراضیات اور باغ قصبہ سراوہ میں انتظام چاہتا تھا۔ دہلی میں اپنے پسر مختار احمد صاحب ایم اے ایل ٹی کے پاس مقیم تھے۔ بیمار ہوئے رویاء دیکھا کہ جمعہ کے دن فوت ہو گئے اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہوں گے۔ ایسا ہی ہوا اور دہلی سے بذریعہ لاری لے جاکر مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے"۔ (روایات ظفر صفحہ ۱۷)

الفضل میں آپ کی وفات کا یوں ذکر ہے۔

"..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت مخلص اور پرانے (رفیق) جناب منشی فیاض علی صاحب سراوہ ضلع میرٹھ تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں مورخہ ۱۶ اکتوبر بوقت ۹ بجے شام دہلی میں وفات پاگئے...... وفات سے چند گھنٹہ قبل آپ سے حالت دریافت کی گئی تو فرمایا طبیعت اچھی ہے مگر موت کا پیام آچکا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت..... خلیفہ المسیح الثانی..... جمعہ کے بعد میرا جنازہ پڑھائیں گے۔" (الفضل ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

دوست ایک ساتھ:-

حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ آپ کی گہری دوستی تھی ہر دو دوست زندگی بھر ایک ساتھ رہے اور وفات کے بعد بھی بہشتی مقبرہ میں رفاقت نصیب ہوئی۔ جناب عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں:-

"کچھ عرصہ تک پہلے منشی فیاض علی صاحب کپورتھلہ سے پنشن پاکر اپنے وطن سراوہ ضلع میرٹھ چلے گئے۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب نے پنشن پاکر ۱۹۱۹ء میں قادیان رہائش اختیار کرلی۔ اس عرصہ میں ہر دو کو خیال آیا کہ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ پھر ایک جگہ جمع ہونے کا موقعہ مل جائے اس تجویز میں ہر دو نے اپنی اپنی وصیت کردی۔ اور دل میں اطمینان کرلیا کہ اب ایک جگہ جمع ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ چنانچہ منشی فیاض علی صاحب دہلی میں فوت ہوئے۔ اور ان کی نعش قادیان لائی گئی اور وہ بموجب وصیت بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب بھی کچھ عرصہ

کے بعد جنوری ۱۹۳۷ء میں قادیان فوت ہوئے اور بموجب وصیت بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ غرض منشی عبدالرحمٰن صاحب اور منشی فیاض علی صاحب جو کہ ایک قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ کے باشندہ تھے وہ ایک جگہ ملازمت کی حالت میں رہے۔ ایک وقت میں بیعت کی ایک ہی جگہ وصیت کی۔ اور ایک ہی جگہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت کے دن بھی ایک جگہ ہوں گے۔ دوستی ہو تو ایسی ہو' خداوند کریم ہر دو کے درجات میں ترقی فرمائے"۔

(الفضل ۲ جولائی ۱۹۳۸ء)

(بیت) کپورتھلہ کا مقدمہ اور فیصلہ:۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر بیت کپورتھلہ پر مخالفین کے قبضہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی نشان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جب بیت احمدیہ کپورتھلہ پر مخالفین نے قبضہ کرلیا اور احمدیوں کو عدالت میں دعویٰ کرنا پڑا تو شہر کے عمائد اور رؤسا مدعا علیہ تھے۔ احمدی چند احباب تھے جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ ان کا رسوخ واثر کوئی نہ تھا۔ مقدمے میں کفر و اسلام کی بحثیں ہوتی تھیں۔ مولویوں کی نئی نئی مخالفت تھی۔ والد صاحب کی پر زور تحریری بحثیں مسل سے منسلک میں نے دیکھی ہیں۔ فریق مخالف بھی تحریری بحثیں داخل کرتا تھا۔ جماعت کپورتھلہ بیت چھن جانے کے لحاظ سے بے کس اور مظلوم تھی۔ لیکن حالات تمام غیر موافق تھے۔ مخالفین کو یقین کامل تھا کہ عدالت ان کے حق میں فیصلہ کرے گی۔ میں نے بچپن میں ان مخالفین کے یہ تیور خود دیکھے ہیں۔ احمدیوں کے راستے تک بند تھے۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب چکر کاٹ کر گھر کو جاتے۔ حافظ امام دین صاحب امام بیت احمدیہ کو پیٹا گیا اور گھسیٹا گیا۔ ان کی پگڑی میں آگ پھینکی گئی۔ گالی گلوچ ایک عام بات تھی بعض آوارہ طبع لوگ راستہ روکے رہتے تھے اور احمدیوں کو ستانا اور ان کو گالی دینا ان کا ایک محبوب اور موجب ثواب مشغلہ تھا۔ سات سال تک یہ مقدمہ جاری رہا۔ اتفاقاً دوران مقدمہ میں منشی فیاض علی صاحب نے لدھیانہ کے مقام پر ایک محفل میں بڑے عجز والحاح کے ساتھ آبدیدہ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم سے بیت چھن گئی ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ بیت ہمیں مل جائے۔ حضرت صاحب نے اس وقت بڑے جلال کے رنگ میں فرمایا کہ:۔

"اگر میں سچا ہوں اور میرا سلسلہ سچا ہے تو (بیت) تمہیں ضرور ملے گی۔"

صداقت کے اس بیان کرنے میں منشی فیاض علی صاحب بڑے بے دھڑک آدمی تھے۔ انہوں نے لدھیانہ سے واپس آکر مخالفین سے اعلانیہ اس بات کا اظہار کیا کہ حضرت صاحب نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ اب نتیجہ کا انتظار کرو

فانتظروا انا معکم من المنتظرین دوران مقدمہ میں اس قسم کی تحدی اور مخالفین سے اظہار احتیاط کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو ہو۔ لیکن منشی صاحب نے حضرت صاحب کے منہ سے مندرجہ بالا الفاظ سنے تھے اور ان کے واہمہ میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ یہ بات اب غیر یقینی ہو سکتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلہ کے ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ منشی صاحب کی شرط بندھ گئی کہ اگر (بیت) احمدیوں کو مل جائے تو وہ ڈاکٹر حضرت صاحب کی بیعت کر لے گا ورنہ منشی صاحب اپنی بیعت سے دستکش ہوں گے۔ یہ بات ٹھن گئی اور اس سے ظاہر ہے کہ دونوں فریقوں کو اپنی اپنی کامیابی کے متعلق کسی قسم کا کوئی شک نہ تھا۔

بالآخر (بیت) کا فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوا اور نہایت مخالفانہ حالات کے باوجود ہوا۔ آخری عدالت کے حاکم نے ہمارے خلاف فیصلہ کرنا چاہا وہ بحث سن چکا تھا۔ اور مخالفانہ انداز خیال ظاہر کر چکا تھا۔ بحث کے بعد مقدمہ فیصلہ پر رکھا گیا کہ ایک دن وہ کچہری آنے کی تیاری میں تھا کہ اچانک اس کی موت واقع ہو گئی۔ یعنی حرکت قلب بند ہو جانے سے۔ منشی عبدالسمیع صاحب خلف منشی عبدالرحمٰن صاحب جن کا اوپر ذکر ہوا ایک روز پیشتر یہ رویا دیکھ چکے تھے کہ کسی شخص نے بازار میں منشی عبدالسمیع صاحب سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس حاکم کی اچانک موت واقع ہو گئی ہے۔ دوسرے دن من و عن یہ واقعہ ظہور میں آیا اور بازار جاتے ہوئے ایک شخص نے منشی عبدالسمیع صاحب سے ذکر کیا کہ وہ حاکم فوت ہو گیا ہے۔ منشی عبدالسمیع صاحب کا رویا من و عن پورا ہوا اور حضرت صاحب کی بات پوری ہوئی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مقدمہ کی بحث کے بعد حاکم کا فوت ہو جانا مثل متعلقہ سے ثابت ہے فمن شاء فلیرجع الیہ"

(روایات ظفر (...... احمد جلد چہارم) صفحہ ۱۵۔۱۶)

حضرت منشی صاحب کے بچے کی حیرت انگیز شفا:۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے ایک واقعہ حضرت منشی صاحب کے بچے کی حیرت انگیز شفا کا بھی بیان فرمایا جو قبولیت دعا کا نشان ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک اور واقعہ اس ضمن میں قابل اظہار ہے۔ مختار احمد صاحب منشی صاحب کا بڑا لڑکا چھٹی جماعت میں میرے ساتھ پڑھتا تھا۔ مرگی کی قسم کا ایک عارضہ اسے ہوا۔ جماعت میں بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔........ جو بھی پاس ہوتے مدد کیلئے پہنچتے۔ جماعت میں ابتری پھیل جاتی۔ کئی دفعہ یہ واقعہ ہوا۔ آخر منشی صاحب نے لڑکے کو سکول سے اٹھا لیا اور علاج کیلئے دور و نزدیک کئی طبیبوں سے رجوع کیا۔ کوئی کوشش نہ تھی جو اٹھا رکھی ہو۔ کوئی علاج نہ تھا جو نہ

کیاہو۔ لیکن نہ صحیح تشخیص ہو سکی نہ مرض گیا۔ مرگی کی علامات تھیں۔ لیکن بعض باتیں اس کے خلاف بھی تھیں۔ آخر مجبور ہو کر منشی صاحب اپنے لڑکے کو قصبہ سراوہ میں لے گئے اور منشی صاحب کا بیان تھاکہ میں نے محض مشغلہ کے طور پر ایک معمولی سے ہندو طبیب سے علاج کروانا چاہا اور طبیب مذکور نے سارے حالات سنے اور کہا میری سمجھ میں یہ مرض نہیں آیا۔ کل غور کرکے بتاؤنگا۔ دوسرے دن منشی صاحب اس کے پاس گئے تو اس نے کہا میں مرض کی تشخیص نہیں کر سکا نسخہ کیا تجویز کروں۔ البتہ رات مجھے خواب آیا ہے کہ ایک کتاب ہے جس کے اندر یہ لکھا ہے کہ اس مرض کا علاج سوائے املی کے اور کچھ نہیں۔ منشی صاحب اس خواب کو الٰہی اشارہ یقین کرکے لوٹ آئے۔ فرماتے تھے کہ میں نے مختار کو ہدایت کردی کہ کھاؤ بھی املی اور پیو بھی املی۔ ایک ہفتہ ایسا ہی کیا گیا۔ مرض کا نام و نشان نہ رہا۔ تا آنکہ مختار احمد صاحب نے تعلیم کو دوبارہ جاری کیا اور ایم اے ایل ٹی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ کچھ عرصہ ملازمت کے بعد اب وہ لکھنؤ میں کامیابی سے ایک دواخانہ چلا رہے ہیں۔ یہ واقعہ منشی صاحب مرحوم نے کئی دفعہ مجھ سے اور دوسرے احباب کے پاس بیان کیا" (روایات ظفر(..... احمد جلد چہارم) صفحہ ۱۷)

حضرت منشی صاحب کے خودنوشت حالات و نشانات:۔

حضرت منشی فیاض علی صاحب کے اپنے قلم سے حالات اور چند اہم نشانات ۱۹۲۰ء کے تحریر کردہ ہیں جو احباب کے ازدیاد علم و ایمان کے لئے دیئے جا رہے ہیں:۔

"نام فیاض علی احمدی ولد رسول بخش قوم قریشی ہاشمی از ۳۱۳ سکنہ قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ از کپور تھلہ۔ جماعت کپور تھلہ دنیا میں سب سے پہلی جماعت ہے جس کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جماعت کپور تھلہ دنیا میں میرے ساتھ رہی ہے قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

دعویٰ مسیحیت سے دو سال پہلے ۱۸۸۹ء میں بمقام قادیان بیت الذکر میں بہ تن واحد بیعت کی۔ ایک عرصہ دراز تک میرے واسطے دعا کی گئی اور خاص طور پر مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کو دعائیں دیں ہیں۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام و آئینہ کمالات اسلام۔ دعویٰ سے پیشتر سرمہ چشم آریہ جماعت میں پڑھی جایا کرتی تھی۔ تمثیلاً اس میں ایک فقرہ ہے (تین بکائن لالہ باغ میں) محض اس جملہ سے حضرت اقدس کی میرے دل میں محبت ہوگئی۔ اور یہ شعر میرے ورد زبان تھا۔

یا رب میرا عشق کم نہ ہووے
میں ہی نہ ہوں گر یہ غم نہ ہووے

اس وقت میری عمر تقریباً بیاسی سال ہے۔ (یہ تحریر ۱۹۲۰ء کی ہے۔ ناقل) بفضل خدا اچھی طرح سے خوش و خرم اور تندرست و توانا ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواری تھے مگر آزمائش کے وقت سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مسیح موعود علیہ السلام

کے ساتھ بھی مباحثہ دہلی میں بطریق مماثلت ایسا ہی موقعہ پیش آیا۔ عوام قتل کرنے کے واسطے گھر سے تیاریاں کر کے آئے تھے۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی جانثار بارہ ہی حواری تھے۔ ان میں سے ایک یہ خاکسار بھی تھا۔ میں سفر اور حضر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ رہا ہوں اور سوائے چند ایک کے تمام مباحثات میں اول سے آخر تک ساتھ رہا ہوں جماعت کپور تھلہ مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا بین نشان ہے۔ ان میں سے ایک متنفس بھی ایسا نہیں جس نے اپنی ذات پر نشان نہ دیکھے ہوں۔ جماعت میں خیر و برکت کے واسطے حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔ مجھ کو مسیح موعود علیہ السلام بارہا خواب میں دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بہشت میں دیکھا حضور نے مجھ کو مہمان نوازی کی خدمت عطا فرمائی ہے۔ جو دوست بہشت میں داخل ہوتے ہیں مجھ کو حکم ہوا ہے کہ ان کو کھانا کھلاؤ اور بہشت کی سیر کراؤ میں تعمیل حکم کرتا ہوں اور خود بھی بہشت کے پھل کھاتا ہوں۔ مجھ کو دوزخ کے دروازے پر ایک گناہ گار کو عذاب ہوتے ہوئے دکھایا گیا۔ میں نے ایک جلسہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں مجلد قرآن شریف ہے اور جماعت کو درس فرما رہے ہیں۔ درس میں سورۃ مریم ہے اس میں مولوی عبدالرحیم صاحب نیر بھی ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت نشان دیکھے ہیں جو کتابت میں نہیں آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا مجھ پر بڑا فضل ہے۔ میرے تین لڑکے ہیں۔ جو بڑی تعلیم کو پہنچے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے۔ مجھ پر ایک یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میرے یا میری اولاد کی نسبت خوشی یا غم کا کوئی واقعہ جو ہونیوالا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ قبل از وقت مجھ کو اطلاع دے دیتا ہے اور بعض امور جو مبرم نہیں ہوتے وہ دعا سے بدل بھی دیتا ہے میری ساری اولاد لڑکے اور لڑکیاں جوان صالح اور جوشیلے احمدی ہیں۔ میری بڑی لڑکی عزیز بانو کے حالات قابل رشک ہیں۔ یہ بڑی مخیر ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ بہشت میں مجھ کو میرا مکان دکھایا گیا۔ بیت المقدس کے قریب جب میں حشر کے میدان کو جا رہی ہوں۔ ایک نہایت خوبصورت عورت پاکیزہ لباس میں میرے پاس آئی اور مجھ سے........ کہا میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوں........

o بیعت کے ابتدائی زمانہ میں نیاز مند حقہ بہت کثرت سے پیا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ کسی وقت بھی چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ بمقام جالندھر حضرت اقدس نے ایک جلسہ میں واعظ فرماتے ہوئے حقہ کی بہت ہی مذمت فرمائی۔ جلسہ میں خاکسار بھی شریک تھا۔ میں نے عرض کیا مجھ سے حقہ کا چھوٹنا غیر ممکن ہے اگر حضور دعا فرمائیں اور وہ قبول ہو جائے اور اس کا دل پر اثر ہو اس طرح چھوٹ جائے تو چھوٹ جائے۔ حضور نے فرمایا آؤ ابھی دعا کریں۔ حاضرین سے فرمایا تم آمین آمین کہتے رہنا۔ اتنی دیر دعا فرمائی کہ حاضرین ہاتھ اٹھانے میں اکتائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت نفیس حقہ میرے سامنے لایا گیا۔ میں نے پینے کی خواہش کر کے اس کی نے منہ سے لگانی چاہی تو حقہ کی نے سیاہ سانپ بن کر میرے منہ کے سامنے

لہرانے لگی۔ اس حالت کو دیکھ کر میرے دل پر خوف طاری ہو گیا۔ اور میں نے اس سانپ کو مار ڈالا۔ پھر میں نے حقہ نہیں پیا اور اب میرے دل کو اس قدر حقہ سے نفرت ہے کہ شاید سکھ قوم کو بھی اس قدر نہ ہوگی۔

o **دوسرا نشان:۔** خاکسار پلٹن کپور تھلہ میں دفتر کا ہیڈ کلرک تھا۔ پلٹن کا کرنل سکھ مذہب کا تھا۔ اور مسلمانوں کا بڑا دشمن اور سخت متعصب تھا وہ ہر وقت میری علیحدگی کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ جب کوئی قصور نہ دیکھا تو بالآخر اس نے میری نسبت یہ نوٹ دے دیا کہ میں فیاض علی کے کسی کام کا ذمہ وار نہیں ہوں۔ لہٰذا اس کو پلٹن سے نکال دیا جاوے۔ اس کی وجہ سے میری جان ایک مصیبت میں تھی۔ میں نے یہ تمام واقعات حضرت اقدس کی خدمت میں لکھ کر بھیج دیئے اور دعا کی استدعا کی حضور نے بذریعہ اپنی دستخطی تحریر کے مجھ کو اطلاع دی کہ دعا کی گئی۔ غیر اللہ سے خوف کرنا خدا کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ ہر گز نہیں ڈرنا چاہئے اور ہر ایک نماز فرض کے بعد ۳۳ مرتبہ **لاحول ولاقوہ الا باللہ العلی العظیم** پڑھ لیا کرو۔ میں اس پر عمل کرتا رہا اس کے ساتھ مجھ کو رویا کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ ایسا ہوگا۔ بالآخر کرنل کی درخواست راجہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوئی کرنل اس رتبہ کا آدمی ہے کہ راجہ صاحب اس کے مکان پر آن کر اس کی دعوت میں شریک ہوتے ہیں۔ راجہ صاحب عرضی پر حکم لکھاتے ہیں کہ کرنل کو لکھ دو کہ فیاض علی کو حکما رکھنا ہوگا۔ اس کے بعد کرنل میری بہت عزت کرتا رہا۔ اور پھر اس پر بس نہیں کرنل پلٹن سے علیحدہ کر دیا گیا اور نیاز مند اسی ملازمت پر بدستور قائم رہا۔

o **تیسرا نشان:۔** (بیت) کپور تھلہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانوں میں سے ایک بڑا نشان ہے۔ اور اس کی نسبت پیشگوئی میری تحریک سے ہوئی تھی۔ بانی مسجد غیر احمدی حاجی ولی اللہ ریاست کا جج تھا۔ اولاد نہیں تھی تقسیم وراثت میں اس نے برادر زادے مسمی حبیب الرحمٰن احمدی رئیس حاجی پورہ کو متولی مسجد قرار دیا۔ جب غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت ہوئی۔ تو فریقین میں تنازع شروع ہو گیا۔ حکام عدالت اور باشندگان شہر مخالفت پر کمربستہ ہو گئے سب نے مل کر احمدیوں کو مسجد سے نکال دیا۔ حضرت اقدس سے دریافت کیا گیا حضور نے فرمایا کہ اپنے حقوق کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اس پر عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا۔ یہ مقدمہ سات سال تک اپیل در اپیل .... رہا۔ خاکسار بار بار حضور کو دعا کے واسطے توجہ دلاتا تھا۔ لدھیانہ کے مقام پر حضور والا وعظ فرما رہے تھے گرد و نواح کے احمدی اور بہت سی مخلوق جمع تھی۔ اختتام وعظ پر میں نے دعا کے واسطے عرض کیا تو ایک جلالی رنگ میں فرمایا "کچھ ضرورت دعا کی نہیں ہے۔ **اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو (بیت)** تمہارے پاس واپس آئے گی"

میں نے یہ پیش گوئی مدعا علیہم اور شہر کے باشندوں کو سنا دی اور (بیت) میں ایک تحریر قلم سے لکھ کر چسپاں کر دی۔ شفاعت احمد ڈاکٹر پہلے کپور تھلہ میں تھا۔ اب امرتسر میں کام کرتا ہے اس نے مجھ سے کہا کہ اگر (بیت) تمہارے پاس چلی گئی تو میں مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے پر ایمان لے آؤں گا۔ اس کو زعم تھا کہ حاکم غیر احمدی ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ (بیت) احمدیوں کو دلائی

جائے۔ بلکہ اسی حاکم کے ایماء پر احمدیوں کو مسجد سے نکالا گیا تھا۔ اپیل اسی حاکم کے سامنے پیش تھی۔ پہلی ہی پیشی میں فریقین کی موجودگی میں اس نے کہا مسجد کا بانی غیر احمدی تھا۔ لہٰذا مسجد غیر احمدیوں کو دے دی جائے گی اور احمدی اپنی علیحدہ (بیت) بنا دیں۔ میں پرسوں مثل پر حکم لکھ دوں گا۔ ڈاکٹر مذکور نے مجھ سے کہا کہ مسجد تو غیر احمدیوں کو مل گئی۔ مسیح موعود کی پیشگوئی کہاں گئی۔ میں نے اس کو جواب دیا ابھی دو رات درمیان میں ہیں اور اس سے بالا تر ایک اور احکم الحاکمین ہے۔ اس کا انتظار کرو کہ وہ ہم میں اور تم میں کیا فیصلہ کرتا ہے اور دیکھ لینا زمین اور آسمان ٹل جائیں۔ مگر مسیح موعود علیہ السلام کے منہ کی باتیں نہیں ٹلیں گی۔ اب تیسرا دن آتا ہے مگر کام کی وجہ سے اس مثل کی پیشی کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اب ایک دن اور گذرتا ہے دن کے دس بج گئے ہیں حاکم اور اس کے بیٹے نے کھانا کھایا ہے۔ سواری کچہری جانے کے واسطے آگئی ہے۔ بیٹا سامنے چبوترے پر ٹہل رہا ہے۔ خدمت گار چلم بھرنے کے واسطے باورچی خانہ میں گیا ہے۔ جتنے عرصہ میں وہ چلم بھر کر لاتا ہے حاکم حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے فوت ہو جاتا ہے۔ اور مثل پر حکم لکھنے کی حسرت اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے اس کے بعد اس کی جگہ ایک اور سلسلہ کا بڑا ہی سخت متعصب آتا ہے اور........ وہ اس سے بھی زیادہ مخالف ہے۔ یہ مقدمہ چیف کورٹ میں تھا اور اس کے تین جج تھے اس کی رائے سے دوسرے دو ججوں کو اتفاق نہیں تھا۔ اب یہ تجویز قرار پائی کہ کسی بیرسٹر علاقہ انگریزی سے رائے طلب کی جائے۔ پچاس روپے اس کے واسطے لئے گئے۔ اور مثل کچہری میں پہنچ گئی۔ اتفاق کی بات ہے کہ جس بیرسٹر سے رائے طلب کی گئی وہ آریہ تھا مدعا علیہم نے اپنے حصول مطلب کے واسطے ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اور (بیت) کا احمدیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا گیا۔ چونکہ ......اعلان میں اختصار کی تلقین تھی اس لئے بہت سی باتیں چھوڑتا ہوں۔ البتہ ایک بات لکھنے کو دل چاہتا ہے کہ ہمارے خاص مدعا علیہم کا کیا انجام ہوا۔

اول مدعا علیہ عبدالاحد تھا۔ جو بغیر گالی کے مسیح موعود کا نام نہیں لیتا تھا۔ دو فرزند جواں تعلیم یافتہ ملازم یکے بعد دیگرے زمین کی تہہ میں مل گئے۔ دوسرا مخالف ڈاکٹر مذکور میں نے اس سے کہا کہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر (بیت) تمہارے پاس واپس چلی گئی تو میں مسیح موعود پر ایمان لے آؤں گا۔ اب (بیت) تو ہمارے پاس آگئی ہے۔ اب مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آؤ۔ کہنے لگا میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔ میری بیوی ہلاک ہو جائے۔ میں ہلاک ہو جاؤں۔ میں نے ایمان لانے کو نہیں کہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے مسیح موعود سے ایک طرح مباہلہ کر لیا ہے اب اس کے نتیجہ کا ایک سال تک انتظار کرو۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر خود ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ جان کے لالے پڑ گئے اور اپنی صحت کے واسطے جماعت احمدیہ سے دعا کی استدعا کی۔ موت تو خدا نے ٹال دی مگر کانوں کی شنوائی جاتی رہی۔ بچہ اس کا فوت ہو گیا اور پھر ایک عرصہ دراز تک کپور تھلہ میں رہا کوئی بچہ اس کے نہیں ہوا۔ اور میں اب بھی یہی سنتا ہوں کہ اس کے ہاں کوئی بچہ نہیں۔ خدائے واحد شاہد ہے کہ یہ واقعات صحیح ہیں جو میں نے اپنے قلم سے لکھے ہیں"۔ (الفضل ۲۹ جولائی ۱۹۵۸ء)

آپ کا حلیہ اخلاق و سیرت:۔

آپ اپنی وفات سے ۲ سال قبل نہایت صحت مند تھے۔ چہرہ نہایت خوبصورت نورانی مشرع داڑھی کے ساتھ دلکش تھا۔ آپ کی رفتار اور گفتار نہایت پروقار تھی گفتگو پر مزاح اور پر لطف ہوتی تھی۔ چھڑی ہمیشہ ہاتھ میں رکھتے تھے۔ خاکسار راقم کی عمر اس وقت ۱۱۔ ۱۲ سال کی تھی اور میں گھر میں سب سے چھوٹا تھا۔ مجھے گھر کے بزرگوں کی طرف سے بیک وقت کئی کئی احکام مل جاتے تھے۔ حضرت منشی صاحب...... نہایت پیارے الفاظ اور لہجہ میری طرف سے سب کو جواب دیا کرتے تھے اور میری مشکل آسان کر دیتے۔

میری پھوپھی مرحومہ ممتاز بیگم صاحب جو آپ کی سب سے بڑی بہو تھی فرمایا کرتی تھیں کہ جب بھی گھر میں میاں بیوی کی ناچاقی ہو جاتی تو حضرت منشی صاحب ہمیشہ بیٹے ہی کو سمجھاتے اور حسن سلوک کی تلقین فرماتے اور جب بھی بیٹے کو نصیحت کرنا ہوتی تو قرآن کریم کی متعلقہ آیات نکال کر اور خوشخط لکھ کر دیوار پر لٹکا دیتے۔

آپ کی اولاد و احفاد:۔

حضرت منشی فیاض علی صاحب...... نے یکے بعد دیگرے (بیویوں کی وفات کی وجہ سے) تین شادیاں کیں پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری بیوی سے ایک لڑکی ریاض فاطمہ تھی جن کی ساری اولاد غیر احمدی پولیس افسر سے شادی کے باعث غیر احمدی تھی۔ تیسری بیوی ولی بیگم صاحبہ سے تین بیٹے مختار احمد، نثار احمد اور رشید احمد تھے اور دو بیٹیاں عزیز بانو اور خورشید بانو تھیں۔ حضرت اقدس جب کپور تھلہ تشریف لائے تو عزیز بانو چھوٹی بچی تھیں۔ حضرت اقدس گھر میں تشریف لائے تو بچی کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "ہم تو آپ سے ہی ملنے آئے ہیں"۔ عزیز بانو بڑی دیندار صاحب کشف و رویا تھیں۔ شادی اگرچہ ایک غیر احمدی سے ہوئی تھی مگر انہوں نے اپنی سکونت قادیان میں رکھی اور ریلوے اسٹیشن کے قریب "بیت الفضل" گھر بنایا۔ قیام پاکستان کے بعد حیدر آباد میں قیام کیا۔ ایک بیٹا شفیق الحسن وہیں رہائش پذیر ہے۔ تین بیٹیاں بھی تھیں جو صاحب اولاد ہیں۔ حضرت منشی صاحب کی دوسری بیٹی خورشید بیگم کی شادی میرٹھ کے ایک نہایت مخلص گھرانے میں ہوئی۔ جن کے داماد پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب مرحوم ہیں۔ دوسری بیٹی ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی کی والدہ (اہلیہ مکرم منظور احمد صاحب قریشی) ہیں۔ خدا کے فضل سے آپ کی ساری اولاد بڑی مخلص احمدی ہے۔ آپ کے پوتوں پوتیوں نواسے نواسیوں اور ان کی اولاد جو کہ آپ کے بعد پانچویں نسل ہے کراچی حیدرآباد سندھ کے علاوہ دیگر ممالک یورپ امریکہ میں آباد ہیں۔

ناظمین، زعماء کرام و اراکین انصاراللہ سے گذارش ہے کہ وہ ٹارگٹ کے مطابق توسیع اشاعت ماہنامہ انصاراللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ (مینیجر)

المہدی ہسپتال مٹھی (ضلع تھرپارکر) سندھ

احمدیہ صد سالہ جوبلی کی مناسبت سے مجلس انصاراللہ پاکستان کے شکرانہ کا اظہار

رپورٹ : قیادت عمومی

۱۹۸۶ء میں شوریٰ مجلس انصاراللہ پاکستان نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں یہ سفارش کی تھی کہ احمدیہ صد سالہ جوبلی کی مناسبت سے مجلس شکرانہ کے طور پر تھرپارکر سندھ میں ایک چھوٹا سا ہسپتال بنا کر انجمن احمدیہ وقف جدید کے سپرد کرے گی اور اس غرض کے لئے دس لاکھ روپے کی رقم مجلس انصاراللہ پاکستان کے اراکین عطیات دیں گے۔

اس سفارش کو حضور نے منظور فرمالیا۔ جس کے بعد ضلع تھرپارکر میں جگہ کا انتخاب ہوا۔ اس غرض کے لئے مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی، تھرو یلفیئر کمیٹی اور اس علاقہ کے انچارج وقف جدید اور کارکنان سے بھی مشورہ لیا گیا۔ ۳۰۔ جنوری ۱۹۸۸ء کو ایک وفد جس میں محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان، محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، محترم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب ناظم ارشاد وقف جدید، محترم بریگیڈیئر اعجاز احمد صاحب (نمائندہ تھرو یلفیئر کمیٹی کراچی) اور محترم میجر عبد الحمید شرما صاحب انچارج وقف جدید تھرپارکر شامل تھے مٹھی پہنچا۔ پھر یہ وفد اسلام کوٹ۔ ڈیپلو سے ہوتا ہوا ننگر پارکر گیا۔ ننگر پارکر سے پھولپورہ میں جائزہ لیا گیا۔ مٹھی اور ننگر پارکر کے دو مقامات زیر غور آئے۔ بجلی پانی کی سہولت اور اس کے قرب میں جماعتوں کی موجودگی اور ادویہ وغیرہ کے حصول میں آسانی کی وجہ سے مٹھی کو اس غرض کے لئے زیادہ موزوں سمجھا گیا۔ جس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مٹھی میں ہسپتال بنائے جانے کی درخواست کی گئی، جس پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد موصول ہوا:۔

"میرا اپنا بھی یہی رجحان تھا کہ مٹھی میں ہسپتال بن جانا چاہیئے۔ اگر حکومت کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ننگر پارکر میں بھی اچھی ڈسپنسری بنائی جاسکتی ہے۔

کبھی کبھی مٹھی سے ڈاکٹروں کی کوئی ٹیم وہاں جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اقدام بہت بابرکت فرمائے۔ اور یہ ہسپتال اس علاقہ میں نہ صرف جسمانی مریضوں کے لئے شفاء کا مرکز ہو بلکہ رُوحانی مریضوں کے لئے بھی شفاء کا ذریعہ بنے۔"

ہسپتال کیلئے زمین کا حصول:۔

ہسپتال کے لئے زمین کے حصول کا کام مکرم چوہدری نور احمد صاحب (امیر ضلع میرپور خاص) کے ذمہ لگایا گیا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مٹھی شہر کے بالکل قریب ۲۱ ایکڑ زمین برلب سڑک معجزانہ طور پر مل گئی۔ جس کی نشاندہی مکرم سردار بخش صاحب انچارج ڈسپنسری وقف جدید مٹھی نے کی۔ اس زمین کے بارہ میں اطلاع دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھا گیا کہ مٹھی ہسپتال کے لئے زمین کے حصول کی مشکل اللہ تعالیٰ کے فضل سے حل ہو گئی ہے۔ اس پر حضور کا ارشاد موصول ہوا۔

"جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ بہت نیکی کا کام ہے۔ اللہ مبارک کرے۔ اور سارے مراحل آسان فرما دے۔"

نقشہ کی تیاری:۔

جنوری ۱۹۸۷ء میں ایک نقشہ تجویز کر کے مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی اور مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب سے رائے لی گئی۔ نقشہ کی تیاری مکرم قریشی افتخار علی صاحب انچارج ادارہ تعمیر مرکزی کے زیر نگرانی ہوئی۔ جنہوں نے مکرم شفیق احمد صاحب ملک آرکیٹیکٹ لاہور سے نقشہ تیار کروایا اس میں مکرم چوہدری رشید احمد صاحب ایس۔ ڈی۔ او ادارہ تعمیر مرکزی نے بھی مدد کی۔

ہسپتال کا نام:۔

مورخہ یکم جولائی ۱۹۹۱ء کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ہسپتال کا نام تجویز کرنے کی درخواست بھجوائی گئی۔ جس پر حضور نے اپنے دستِ مبارک سے "المہدی ہسپتال" نام تجویز فرمایا۔

سنگِ بنیاد:۔

ہسپتال کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی خدمت میں نمائندہ کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم مکرم جناب چوہدری احمد مختار صاحب کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔ مورخہ ۸۔ جولائی ۱۹۹۳ء کو اس ہسپتال کے سنگِ بنیاد کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر مکرم محترم چوہدری احمد مختار صاحب کے علاوہ اراکین عاملہ جماعت کراچی ناظم صاحب و زعماء اعلیٰ انصاراللہ کراچی۔ ممبران فضل عمر ویلفیئر سوسائٹی، امراء اضلاع حیدر آباد۔ میر پور خاص۔ سانگھڑ۔ بدین اور ان اضلاع کے صدران جماعت ناظمین اضلاع اور زعماء مجالس انصاراللہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ اسی طرح افراد جماعت مٹھی۔ معلمین وقف جدید مٹھی۔ ننگر سے معلمین کے نمائندے اور ننگر بھول پورہ کی جماعتوں کے نمائندے بھی مدعو تھے۔ کراچی سے چالیس احباب نے شرکت کی۔ حیدر آباد۔ سانگھڑ۔ میرپورخاص۔ بدین کے امراء اور احباب نے شرکت کی۔ اسی طرح مٹھی۔ ننگر اور بھولپورہ سے بھی احباب شامل ہوئے۔ مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ۔ مکرم قائد صاحب عمومی۔ مکرم قریشی افتخار علی صاحب ربوہ سے شامل ہوئے۔ اس تقریب میں شامل ہونے والوں کی تعداد ۱۸۲ تھی۔ تقریب سنگِ بنیاد کی صدارت چوہدری احمد مختار صاحب نے کی۔ تلاوت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم کلام پڑھ کر سنایا گیا۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے مٹھی ہسپتال کا تعارف پیش کیا۔ آخر میں مکرم چوہدری احمد مختار صاحب نے اپنے خطاب میں اس موقع پر خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ دعاؤں کی تحریک کی کہ اللہ تعالیٰ اس علاقے کے لئے روشنی کے سامان پیدا کرے اور اسے اپنے نور سے منور کرے اور اس ہسپتال کو نہ صرف جسمانی شفاء کا ذریعہ بنائے بلکہ روحانی شفاء کا مرکز بنا دے۔ بعدہٗ سب احباب سنگِ بنیاد والی جگہ پر تشریف لے گئے اور مکرم چوہدری احمد مختار صاحب نمائندہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے دار المسیح کی ایک اینٹ دعا کے بعد بنیاد میں نصب کی۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل احباب نے اینٹیں نصب کیں۔

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان۔ مکرم قریشی افتخار علی صاحب انچارج ادارہ تعمیر مرکزی۔ مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ نائب امیر کراچی۔ مکرم منظور احمد شاد صاحب۔ مکرم نواب مودود احمد خاں صاحب مکرم مبارک احمد صاحب بیرسٹر کراچی۔ مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب آف جام شورو حیدر آباد۔ مکرم چوہدری نور احمد صاحب امیر ضلع میر پور خاص۔ مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب امیر ضلع سانگھڑ۔ مکرم چوہدری سلیم احمد صاحب امیر ضلع بدین۔ مکرم نعیم احمد خان صاحب ناظم ضلع کراچی۔ مکرم چوہدری سعید احمد صاحب ناظم ضلع میر پور خاص۔ مکرم مبشر احمد صاحب گوندل ناظم ضلع حیدر آباد۔ مکرم صوفی غلام رسول صاحب ناظم ضلع سانگھڑ۔ مکرم چوہدری عبدالقدوس ثانی ناظم ضلع بدین۔ مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی میر پور خاص۔ مکرم محمد اسلم شاد صاحب قائد عمومی انصاراللہ پاکستان۔ مکرم ڈاکٹر سردار بخش صاحب انچارج ڈسپنسری وقف جدید مٹھی۔

مکرم محمد شفیع صاحب انچارج معلمین نگر پارکر۔ مکرم محمد عمر قمر صاحب انچارج اوورسیئر المہدی ہسپتال۔ مکرم چوہدری محمود احمد صاحب نوکوٹ۔ مکرم چوہدری جاوید احمد بسمل صاحب محمد آباد۔ مکرم سائیں غلام محمد صاحب، صدر جماعت احمدیہ مٹھی۔ مکرم غلام حسین صاحب کارکن دفتر انصاراللہ۔ مکرم مبارک احمد شاہ صاحب معلّم وقف جدید۔ مکرم چوہدری رکن الدین صاحب کراچی۔ مکرم قائد صاحب خدام الاحمدیہ ضلع کراچی۔ مکرم بریگیڈیئر اعجاز احمد صاحب مکرم میجر بشیر احمد طارق صاحب۔ مکرم نذیر احمد صاحب نمائندہ اطفال مٹھی۔

اس کے بعد دعا ہوئی اور احباب میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

سنگِ بنیاد کی رپورٹ حضور کی خدمت میں بھجوائی گئی۔ اس پر حضور کا ارشاد موصول ہوا۔

"مٹھی (تھرپارکر) میں انصاراللہ پاکستان کے زیرِ اہتمام تعمیر ہونے والے "المہدی ہسپتال" کے سنگِ بنیاد کی تقریب سے متعلق آپ کا خط موصول ہوا۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ وَبَارِکْ۔ اللہ تعالیٰ بے حد مبارک فرمائے اور اس علاقہ کے لوگوں کے لئے ہر لحاظ سے مفید اور نفع مند ثابت ہو۔"**

تکمیل عمارت اور ارشاد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ:۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے "المہدی ہسپتال" کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ یہ سب کام محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے پایۂ تکمیل تک پہنچا ہے۔ عمارت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- ایمرجنسی روم
- ایکسرے روم
- ٹیکنیشن روم
- ڈارک روم
- لیبارٹری روم
- ایڈمن روم
- ڈسپنسری روم
- ڈاکٹر روم
- لیڈی ڈاکٹر روم
- سرجن ڈاکٹر روم
- آپریشن تھیٹر
- PATIENT روم
- STERILE روم
- I.T.C روم
- CHANGING روم
- WATCHING روم
- ایک عدد وارڈ ۱۶ × ۳۶ (بارہ بستروں پر مشتمل)

سامنے کشادہ پورچ ہے۔ دو عدد سٹاف کوارٹرز۔ ایک عدد ڈاکٹر کا بنگلہ۔ کُل مسقّف حصہ ۵۹۵۲ مربع فٹ ہے۔ کُل زمین ۲۱۔ ایکڑ ہے۔ اور اس کے گرد مکمل چار دیواری ہے۔ جس کا رقبہ ۳۴۳۸ مربع فٹ ہے۔ اوسط اونچائی ۴½ فٹ ہے۔ دو عدد بڑے گیٹ لگائے گئے ہیں۔ دونوں گیٹوں اور ہسپتال کے سامنے اینٹوں کی سولنگ لگائی گئی ہے۔ ٹیوب ویل لگایا گیا ہے۔ پانی کی سپلائی جاری ہے۔ بجلی کی فٹنگ۔ بلب۔ ٹیوبیں۔ پنکھے لگ چکے ہیں۔ رنگ و روغن بھی مکمل ہو چکا ہے۔ ہسپتال کی عمارت اس کھلے اور کشادہ ماحول میں بڑا خوبصورت منظر پیش کر رہی ہے۔ ہسپتال کی عمارت کی تکمیل کی رپورٹ مورخہ ۱۴۔ جنوری ۱۹۹۵ء کو

حضور کی خدمت میں بھجوائی گئی اور درخواست کی گئی کہ " المہدی ہسپتال " حضور کی خدمت میں پیش ہے۔ اور اجازت کی درخواست ہے کہ یہ ہسپتال وقف جدید کے سپرد کر دیا جائے۔ اس پر حضور کا ارشاد موصول ہوا۔

" مٹھی ہسپتال " " المہدی ہسپتال " کی تکمیل کی رپورٹ ملی۔ بہت خوشی ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ مَاشَاءَ اللّٰہ۔ چشم بد دور۔ سو سالہ جشن مناتے مناتے آپ نے تو آئندہ سو سال کے جشن کے لئے بھی خیر و برکت کے سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کے اموال۔ نفوس اور اولاد میں برکت دے اور غیر معمولی فضلوں سے نوازے۔ تمام کارکنان کو بہت بہت محبت بھرا سلام "۔

تقریب سپردگی المہدی ہسپتال :-

مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعہ کو المہدی ہسپتال مٹھی کی تکمیل اور وقف جدید کے سپرد کئے جانے کے موقع پر ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں مکرم امیر صاحب اور اراکین مجلس عاملہ کراچی، اراکین فضل عمر ویلفیئر سوسائٹی کراچی، ناظم صاحب ضلع و زعماء اعلیٰ مجالس انصاراللہ کراچی۔ امراء اضلاع، ناظمین اضلاع مجالس انصاراللہ و مربیان کرام اضلاع حیدر آباد۔ بدین۔ سانگھڑ۔ میر پور خاص اور عمر کوٹ، صدران جماعت و زعماء مجالس انصاراللہ ضلع میر پور خاص اور عمر کوٹ اور افراد جماعت مٹھی اور معلمین وقف جدید مٹھی و نگر پارکر اور بعض دیگر احباب کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس تقریب کا انتظام " المہدی ہسپتال " کی عمارت کے سامنے لان میں کیا گیا۔ یہ تقریب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم " ہے شکر رب ذوالمنن خارج از بیان " کے بعد صدر مجلس نے اپنے خطاب میں المہدی ہسپتال کی تکمیل کے سلسلہ میں مختلف مراحل کی رپورٹ پیش کی۔ اور فرمایا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کا نتیجہ ہے کہ اس نے ہماری حقیر کوششوں میں برکت عطا فرمائی اور ہمیں اس عظیم کام کے مکمل کرنے کی توفیق بخشی۔ ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجا لائیں کم ہے۔ آپ نے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس پیشکش کو اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ اور اس ہسپتال کو ہم سب کے لئے مبارک فرمائے۔ اور بنی نوع انسان کے لئے اسے ہر لحاظ سے نافع بنا دے۔ آخر میں ان سب

احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس خدمت میں حصّہ لیا۔ اور ان کے لئے دعا کی درخواست کی، کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احباب کا ذکر کیا۔

مکرم محمد عمر قمر صاحب۔ انچارج اوورسیئر۔ مکرم غلام حسین صاحب۔ مکرم مبارک احمد عابد صاحب۔ کارکنان دفتر انصاراللہ پاکستان۔ مکرم ٹھیکیدار محمد صدیق صاحب۔ مکرم میجر بشیر احمد طارق صاحب (بجلی اور دیگر کاموں کے سلسلہ میں مدد کرنے والے) مکرم چوہدری محمود احمد صاحب۔ مکرم چوہدری مبارک احمد صاحب اور چوہدری شبیر احمد صاحب (ٹریکٹروں سے زمین ہموار کرنے سے مدد کی) اور مکرم راجہ علی شاہ صاحب جنہوں نے بجلی سپلائی کرنے میں مدد کی۔

صدر مجلس نے اپنے مختصر خطاب کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے شکر دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ مکرم اللہ بخش صادق صاحب ناظم ارشاد وقف جدید کی خدمت میں "المہدی ہسپتال" کی چابی پیش کرتا ہوں مکرم ناظم صاحب ارشاد نے چابی وصول کرنے کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ؏ "اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا" کا مصداق یہ ہسپتال ثابت ہو۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فارسی شعر

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

پڑھتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس شعر کی عملی تصویر پیش کرنے کی توفیق بخشے۔

آخر میں صدر مجلس انصاراللہ پاکستان نے دعا کروائی۔ اور یہ سادہ اور پُروقار تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ہسپتال کو عظیم مقاصد پورا کرنے کا موجب بنائے۔ آمین

قارئین تصحیح فرمالیں

قارئین کرام ماہ مارچ کے شمارہ میں عربی منظوم کلام میں مندرجہ ذیل اغلاط کی تصحیح فرمالیں۔

۱۔ پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں "سَمُوٌّ" ہے۔
۲۔ دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ "اِنِّیْ اَنَا الْبُسْتَانُ بُسْتَانُ الْهُدٰی" ہے۔
۳۔ پانچویں شعر کے پہلے مصرعہ میں "بِلَادُ" اور "عَنَا" ہے اور دوسرے مصرعہ میں "اَلْغُرُ" ہے۔

نتیجہ امتحان سہ ماہی اوّل ۱۹۹۶ء

مجلس انصار اللہ پاکستان کے امتحان سہ ماہی اوّل ۱۹۹۶ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۷۳ مجالس کے ۲۸۱۹ انصار نے شرکت کی توفیق پائی۔ مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ مکرم محمد بشیر صاحب ایڈوو۔ لاڑکانہ۔ اوّل مکرم نور الدین صاحب۔ باب الابواب۔ ربوہ دوم مکرم عزیز احمد طاہر صاحب۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سوم **خصوصی گریڈ:** دار الصدر شمالی۔ ربوہ مکرم محمد ابراہیم فضل صاحب۔ مکرم چوہدری محمد اسحٰق صاحب۔ دار الفتوح ربوہ مکرم عبد المجید صاحب۔ مکرم محمد احمد صاحب۔ باب الابواب۔ مکرم ٹھیکیدار امیر احمد صاحب۔ مکرم رانا عبد الغفار صاحب۔ مکرم رانا محمد اعظم صاحب۔ دار الرحمت وسطی ربوہ۔ مکرم عبد السمیع حسنی صاحب۔ دار النصر شرقی ربوہ۔ مکرم نذیر احمد صاحب۔ مکرم سید بشیر احمد صاحب۔ بیوت الحمد ربوہ۔ مکرم محمد یوسف صاحب۔ مکرم جلال الدین صاحب۔ مکرم رحمت اللہ خان منگلا صاحب۔ مکرم محمد حسین صاحب۔ دار الصدر جنوبی ربوہ۔ مکرم مولوی محمد سعید انصاری صاحب۔ مکرم عبد الرشید رازی صاحب۔ مکرم محمد عبد اللہ صاحب۔ مکرم اللہ بخش صاحب۔ مکرم سلطان احمد شاہد صاحب۔ مکرم محمد اشرف اسحٰق صاحب۔ مکرم سمیع اللہ زاہد صاحب۔ مکرم فضل کریم تبسم صاحب۔ گولبازار ربوہ۔ مکرم صلاح الدین صاحب۔ مکرم عبد الماجد صدیقی صاحب۔ دار البرکات ربوہ۔ مکرم غلام رسول صاحب۔ دار الصدر شمالی۔ ربوہ۔ مکرم محمد یعقوب صاحب ایس ڈی او۔ فیکٹری ایریا ربوہ۔ مکرم فضل کریم قمر صاحب۔ دار العلوم غربی۔ ربوہ۔ مکرم ملک محمد اعظم صاحب۔ دار الصدر غربی لطیف۔ مکرم رائے غلام عباس بھٹی صاحب۔ چک ۴۰/۳ ار ضلع اوکاڑہ۔ مکرم ظفر اقبال صاحب۔ اوکاڑہ: مکرم چوہدری محمد حسین صاحب گل۔ دار الذکر لاہور: مکرم ونگ کمانڈر سید محمد زکریا داؤد صاحب۔ اوچ شریف ضلع بہاولپور: حکیم محمد افضل فاروقی صاحب۔ بہاولپور: چوہدری نذیر احمد صاحب۔ مکرم مرزا ارشد بیگ صاحب۔ غوطہ فتح گڑھ ضلع نارووال: مکرم ایم غلام نبی صاحب۔ نواب شاہ: مکرم انور ندیم علوی صاحب۔ دوڑ ضلع نواب شاہ: مکرم عبد اللطیف علوی صاحب۔ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ: مکرم حاجی نذیر احمد صاحب۔ اسلام آباد شرقی: مکرم مشتاق احمد صاحب۔ سدھو۔ مکرم ملک محمود احمد صاحب۔ مکرم محمد علیم الدین صاحب۔ مکرم عطاء الرحمٰن صاحب۔ مکرم عبد المنان فیاض صاحب۔ اسلام آباد غربی: مکرم محمد منظور احمد ایاز صاحب۔ مکرم بشیر الدین خاکی صاحب۔ مکرم میر محمد عاصم صاحب۔ اسلام آباد جنوبی: مکرم محمد اے لطیف شاہد صاحب۔ واہ کینٹ: مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب۔ سرگودھا: مکرم عبد السمیع نون صاحب۔ مکرم محمد سعید صاحب۔ مکرم محمد دین انور صاحب۔ مکرم منصور احمد سولنگی صاحب۔ النور کراچی: مکرم ناصر احمد محمود صاحب۔ مکرم طاہر احمد ہاشمی صاحب۔ عزیز آباد کراچی: مکرم بشارت احمد بھٹی صاحب۔ مکرم فضل احمد صاحب۔ مکرم ڈاکٹر شیخ شریف احمد صاحب۔ مارٹن روڈ کراچی: مکرم عبد الباری قیوم صاحب۔ مظفر گڑھ: مکرم محمود مجیب اصغر صاحب انجینئر۔ کوٹ ادو: مکرم نعیم احمد طارق صاحب۔ مکرم عبد الرحمٰن بھٹہ صاحب۔ بورے والا: مکرم ضمیر الدین سیال صاحب۔ ٹھٹھہ سندرانہ ضلع جھنگ: مکرم محمد زاہد صاحب۔ خانیوال: مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب۔ شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین: مکرم محمد مشتاق صاحب۔ سیالکوٹ کینٹ: مکرم محمد شریف صاحب۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء امتحان کو علم و فضل میں ترقی کرنے اور اپنی رضا کی راہوں پر آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ڈاکٹر عبد الخالق خالد) قائد تعلیم

المہدی ہسپتال —— تقریبِ سنگِ بنیاد

۸ ؍ جولائی ۱۹۹۳ء



حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ مکرم چوہدری احمد مختار صاحب سنگِ بنیاد کی تقریب سے خطاب کر رہے ہیں۔



محترم چوہدری احمد مختار صاحب بنیاد میں اینٹ رکھتے ہوئے (یہ مبارک اینٹ دار المسیح قادیان کی ہے)



علاقہ تھر میں المہدی ہسپتال (تعمیر کے دوران)

المہدی ہسپتال کی افتتاحی تقریب ــ ۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء



افتتاحی تقریب کا آغاز



محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان المہدی ہسپتال کی چابیاں محترم ناظم صاحب ارشاد وقفِ جدید کو پیش کر رہے ہیں۔



افتتاحی اجلاس کے بعد دُعا